ماہنامہ

پیام عرفات

رائے بریلی

رمضان ہی میں یہ فیصلہ کریں

"اس رمضان میں کچھ ایسی چیزیں اپنے اندر پیدا کرلیں جو سال بھر نہیں عمر بھر کے لیے کافی ہوں، اور کچھ ایسے خلاف شرع کام جن میں ہم خدانخواستہ ابھی تک مبتلا تھے، ان کے ترک کا فیصلہ کرلیں، رمضان میں ضرور اپنی کوئی ایسی چیز جو خلاف شرع تھی، کسی کا مال ہمارے قبضہ میں تھا، ہم کسی کا حق دبائے بیٹھے تھے، کسی کی حق تلفی ہو رہی تھی، کوئی سنت ہم سے چھوٹ رہی تھی، کسی ایک چیز کو، دو چیزوں کو منتخب کر کے فیصلہ کرلیں کہ اب رمضان واپس جائے اور انشاء اللہ اس بارے میں ہم بہت محتاط رہیں گے، ہم نے فلاں بات فلاں خلاف شرع چیز کے بارے میں فیصلہ کیا کہ اب اس کو پھر ہاتھ نہیں لگائیں گے۔"

(رمضان المبارک اور
اس کے تقاضے: ۷۶-۷۷)

Rs. 15/-

مرکز الإمام أبی الحسن الندوي
دارِ عرفات، تکیہ کلاں، رائے بریلی

تمہاری پرستش کا بت

مولانا ابوالکلام آزادؒ

''ہر تاریکی جو روشنی کو چھپانا چاہتی ہے، ہر سیاہی جو سفیدی کے مقابلہ میں ہے، ہر تمرد و سرکشی جو اطاعت الٰہی کی ضد ہے اور ہر وہ سرکشی جو حقیقت اسلامی سے خالی ہے، یقین کرو کہ شیطان ہے اور دنیا کی ہر لذت اور ہر راحت جس کا انہماک اس درجہ پہنچ جائے کہ وہ حقیقت اسلامی کی انقیاد پر غالب آجائے' شیطان کی ذریت میں داخل ہے، پس اس کے وجود کی نسبت کیوں سوچتے ہو کہ وہ کیا ہے اور کہاں ہے؟ اس کو دیکھو کہ وہ تمہارے ساتھ کیا کر رہا ہے، مسیح نے کہا ہے کہ نوکر دو آقاؤں کو خوش نہیں کر سکتا اور قرآن کریم کہتا ہے:

﴿مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّن قَلْبَيْنِ فِي جَوْفِهِ﴾

یعنی اللہ نے کسی انسان کے پہلو میں دو دل نہیں رکھے بلکہ دل ایک ہی ہے۔

پس ایک دل کے سر بھی دو چوکھٹوں پر نہیں جھک سکتے اور دنیا میں دل ہی ایک ایسا جوہر ہے جس کی تقسیم نہیں ہو سکتی، قوت شیطانی کا مطیع و منقاد ہو گا یا وہ قوت رحمانی کا، وہ شیطان کا عبادت گذار ہو گا یا خدائے رحمٰن کا اور عبادت و پرستش سے مقصود یہی نہیں ہے کہ پتھر کا ایک بت تراش کر اس کے آگے سر بسجود ہو، یہ تو وہ ادنیٰ شرک ہے جس سے قریش مکہ کا خیال بھی بلند تھا، بلکہ ہر وہ انقیاد، ہر وہ سخت و شدید انہماک اور وہ استغراق و استیلاء جو حقیقت اسلامی کے انقیاد اور محبت الٰہی پر غالب آجائے اور تم کو اس طرح اپنی طرف کھینچ لے کہ جس کی طرف تمہیں کھینچنا تھا، اس کی طرف سے گردن موڑ لو تو درحقیقت وہی تمہاری پرستش و عبادت کا بت ہے اور تم اس کے بت پرست اور اصل و حقیقی مشرک کے شریک، یہی سبب ہے کہ حقیقت شناسان توحید نے فرمایا:

''من شغلك عن الله فهو صنمك و من والا فهو مولاك'' یعنی جس چیز نے تم کو اللہ سے الگ کر کے اپنی طرف متوجہ کر لیا، وہی تمہارے لیے بت ہے اور تم اس کے پوجنے والے ہو، خواہ وہ جنت کی ہوس اور حور و قصور کا شوق ہی کیوں نہ ہو۔

رابعہ بصریہ سے جب پوچھا کہ شرک کی حقیقت کیا ہے؟ تو اس نے کہا: جنت کی طلب کرنا اور مالک جنت کی طرف سے غافل ہو جانا، یہی سبب ہے کہ قرآن کریم نے ہوائے نفس کو معبود و الٰہ کے لفظ سے تعبیر کیا ہے۔''

(قرآن کا قانون عروج و زوال: ۳۸-۳۹)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اردو اور ہندی میں شائع ہونے والا

ماہنامہ

پیام عرفات

رائے بریلی

مرکز الامام أبی الحسن الندوی دارعرفات تکیہ کلاں رائے بریلی (یوپی)

جلد: ۱۳ اپریل-مئی/۲۰۲۱ء-شعبان المعظم-رمضان المبارک/۱۴۴۲ھ شمارہ: ۴-۵

سرپرست: حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ (صدر، دارعرفات)

مجلس ادارت

بلال عبدالحی حسنی ندوی

مفتی راشد حسین ندوی

عبدالسبحان ناخدا ندوی

محمود حسن حسنی ندوی

محمد حسن ندوی

معاون ادارت

محمد نفیس خاں ندوی

محمد ارمغان بدایونی ندوی

رمضان کی اہمیت وفضیلت

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

”لَوْ يَعْلَمُ الْعِبَادُ مَا رَمَضَانُ لَتَمَنَّتْ أُمَّتِي أَنْ يَكُوْنَ السَّنَةَ كُلَّهَا.“

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

(اگر لوگوں کو رمضان (کی حقیقی برکتوں اور رحمتوں) کا علم ہو جائے تو وہ یقیناً خواہش کریں گے کہ رمضان کا مہینہ پورے سال ہوتا۔)

(شعب الایمان للبیهقی: ۳۶۳۴)

پرنٹر پبلشر محمد حسن ندوی نے ایس، اے، آفسٹ پرنٹرس، مسجد کے پیچھے، پھاٹک عبداللہ خاں، سبزی منڈی، اسٹیشن روڈ، رائے بریلی سے طبع کرا کر دفتر ”پیام عرفات“ مرکز الامام أبی الحسن الندوي، دارِعرفات، تکیہ کلاں رائے بریلی سے شائع کیا۔

www.abulhasanalinadwi.org

فی شمارہ: -/Rs.15 E-Mail: markazulimam@gmail.com سالانہ زرتعاون: -/Rs.150

Markazul Imam Abil Hasan Al-Nadwi Samiti (Punjab National Bank) A/c No. 6127002100000339 (IFSC: PUNB0612700)

فہرس

رمضان المبارک اور ہم (اداریہ)......................۳

بلال عبدالحی حسنی ندوی

انسان سازی کی ضرورت اور اہمیت......................۴

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ

اسلام کی فتح وکامرانی کا راز......................۶

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ

سچائی کیا ہے؟ (مسلسل)......................۸

بلال عبدالحی حسنی ندوی

انسانی تربیت کی عالمی بنیادیں......................۱۰

عبدالسبحان ناخدا ندوی

سائنس کے میدان میں مسلمانوں کی خدمات......................۱۲

ڈاکٹر عبیدالرحمٰن ندوی

TRP (ٹارگیٹ ریٹنگ پوائنٹ)......................۱۵

سید محمد مکی حسنی ندوی

گردش ایام......................۱۷

مولانا عزیز الحسن صدیقی

مکی قبائل میں آپ ﷺ کے دعوتی اسفار......................۱۸

محمد ارمغان بدایونی ندوی

دنیا کی محبت–مسلمانوں کے زوال کا ایک بنیادی سبب......۱۹

محمد نفیس خاں ندوی

رمضان المبارک–فضائل ومسائل......................۲۲

مفتی راشد حسین ندوی

اعتکاف–چند ضروری مسائل......................۳۱

گل چینوں کا شکوہ بے جا

نتیجۂ فکر:– عامر عثمانیؒ

ماتھے پر تحریر ہے غم کی، خشک ہیں لب، آنکھیں نم ہیں
ہم سے ہمارا حال نہ پوچھو، ہم تو سراپا ماتم ہیں

روحیں بے کل، ذہن پریشاں، سینے کرب مجسم ہیں
اور بظاہر اس دنیا کو کیا کیا عیش فراہم ہیں

وہم وگماں کے شیش محل ہیں، ریت کے تودوں پر قائم
اور یقیں کے تاج محل کی بنیادیں مستحکم ہیں

آج کے دور علم وہنر میں مہر ووفا کا نام نہ لے
آج پرانے وقت کی ساری قدریں درہم برہم ہیں

فکر ونظر کیا، قلب وجگر کیا؟ سب ہیں اسیر زلف بتاں
سچ تو یہ ہے صحن حرم صرف ہمارے سر خم ہیں

کل تک جن کی تشنہ لبی کو دریا بھی ناکافی تھے
آج وہی ارباب عزیمت شکر گزار شبنم ہیں

گل چینوں کا شکوہ بے جا، صیادوں کا ذکر فضول
میرے چمن کے مالی عامر صید نفاق باہم ہیں

مدیر کے قلم سے

بلال عبدالحی حسنی ندوی

رمضان المبارک اور ہم

رمضان کا بابرکت مہینہ آنے کو ہے، اللہ تعالیٰ اپنے ان بندوں کو دیتے ہیں جو لینا چاہتے ہیں، جو اپنا دامن اس کے سامنے پھیلاتے ہیں، روتے ہیں، گڑگڑاتے ہیں، تنہائیوں میں عجز وندامت کے آنسو بہاتے ہیں، عبدیت وفنائیت کی صفت اختیار کرتے ہیں، اللہ کے بندوں کے کام آتے ہیں، جو دینے کا مزاج رکھتے ہیں، ان کی ایمانی زندگی روشنی بکھیرتی ہے، ان کا اسلام بولتا ہے، ان کے اخلاق وکردار کی ضیا پاشیاں جہالت کے پردوں کو چاک کرتی ہیں، جو حقیقت میں نمائندۂ رسول ﷺ بن کر جیتے ہیں، سیرت مبارک کا عکس جمیل ان کی زندگی میں نظر آتا ہے، جو اللہ سے لیتے ہیں اور اللہ کے بندوں میں بانٹتے ہیں، جن کے چشمہ صافی سے ایک عالم سیراب ہوتا ہے، جو کسی پر بوجھ نہیں بنتے، دوسروں کا بوجھ ہلکا کرتے ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جو رمضان کے ایک ایک لمحہ سے فائدہ اٹھاتے ہیں، ہلال رمضان طلوع ہوتے ہی ان پر رحمت الٰہی مینھ کی طرح برسنے لگتی ہے، ایمان واخلاق کے یہ پیکر بندے اللہ کے بندوں کی ہدایت کا ذریعہ بنتے ہیں۔

وہ بھی ہیں جو اس پایہ کے نہیں لیکن اپنی غلطیوں کے اعتراف کے ساتھ رمضان کا استقبال کرتے ہیں، توبہ واستغفار کر کے مغفرت کا سامان کر لیتے ہیں، پھر اللہ کی رحمت ان کی طرف بھی متوجہ ہو جاتی ہے، وہ بھی رمضان سے بہت کچھ حاصل کر لیتے ہیں۔

وہ بھی ہیں جو گناہوں میں لت پت ہیں، رمضان آتا ہے، کچھ خیال پیدا ہوتا ہے، ندامت کا احساس دل میں گدگدی کرنے لگتا ہے، ان کو بھی یہ ندامت کشاں کشاں توبہ کے دروازے تک لے جاتی ہے اور رمضان کے جاتے جاتے وہ بھی جہنم سے خلاصی کا سامان کر لیتے ہیں اور رمضان ان سے خوش خوش جاتا ہے۔

ایسے بدنصیب بھی ہیں کہ رمضان گذر جاتا ہے لیکن ان کی زندگی میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی، نہ اپنا خیال نہ دوسروں کا، رمضان کب آیا کب گیا ان کو احساس بھی نہیں ہوتا، یہ وہ بدنصیب ہیں جو رحمت الٰہی سے محروم، اللہ کی مغفرت سے محروم، در رحمت کھلا ہوا ہے لیکن وہ منھ پھیر کر جانے والے، اللہ کی نعمتوں کو ٹھکرانے والے لوگ ہیں کہ اس سے بڑھ کر محرومی کیا ہوگی۔

حدیث میں آتا ہے کہ جب حضرت جبرئیل نے بددعا دی اس شخص کو جو رمضان کا مبارک مہینہ پائے اور وہ اپنی مغفرت کا سامان نہ کر سکے، تو آنحضور ﷺ نے اس بددعا پر آمین فرمائی۔ ایسے شخص کی ہلاکت میں کیا تردد ہو سکتا ہے۔

ہم سب کو اپنا جائزہ لینے کی ضرورت ہے، ہمارا شمار کس طبقہ میں ہونے والا ہے، ہمارا شمار کس طبقہ میں ہونے والا ہے، اللہ پکارنے والے کی پکار سنتا ہے، مانگنے والے کو دیتا ہے، ندامت کے آنسو اس کے یہاں سب سے زیادہ قیمتی ہیں، کاش کہ یہ مبارک مہینہ آئے اور ہم اپنے دل ودماغ کو صاف کر کے اس کے استقبال کی تیاری کر چکے ہوں، وہ آئے تو خوشی ہو اور جائے تو خوش خوش جائے، ہمارے دامن مراد کو بھر کر جائے۔

انسان سازی کی ضرورت اور اہمیت

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ

آج دنیا میں بڑی بڑی تنظیمیں ہو رہی ہیں، اس وقت اجتماعیت پر بڑا زور ہے، ہر کام اجتماعی اور عالمگیر پیمانہ پر کیا جا رہا ہے، یہ اجتماعیت ایک خوشگوار اور ترقی پسند رجحان ہے، لیکن افراد اور ان کی صلاحیت ہر اجتماعی کام کی اور ہر تنظیم کی بنیاد ہے اور اس کی اہمیت سے کسی دور میں انکار نہیں کیا جا سکتا، اس زمانہ کی خطرناک غلطی یہ ہے کہ افراد کی اہمیت اور ان کی سیرت وصلاحیت کو بالکل نظر انداز کیا جا رہا ہے، عمارت بنائی جا رہی ہے، مگر جن اینٹوں سے وہ بنے گی ان کو کوئی نہیں دیکھتا، اگر کوئی یہ سوال چھیڑتا ہے کہ اینٹیں کیسی ہیں؟ تو کہا جاتا ہے کہ اینٹیں ناقص سہی، کمزور سہی، مگر عمارت مضبوط اور اعلیٰ ہوگی، میری سمجھ میں نہیں آتا کہ سو خراب چیزوں سے ایک اچھا مجموعہ کیسے برآمد ہوگا؟ کیا خرابی جب بڑی تعداد میں جمع ہو جاتی ہے اور ایک دوسرے میں شامل ہو جاتی ہے تو معجزہ کے طور پر اس سے ایک عمدہ چیز ظاہر ہوتی ہے؟ کیا سو مجرموں اور ظالموں کے مل جانے سے ایک انصاف پرور جماعت اور معدلت شعار ادارہ وجود میں آ جاتا ہے؟ ہمیں تو یہ معلوم ہے کہ نتیجہ ہمیشہ مبادی اور مقدمات کے تابع ہوتا ہے اور کل ہمیشہ اجزاء کی خصوصیتوں کا نمائندہ اور مظہر ہوتا ہے، آپ صحیح میزان نکالنا چاہتے ہیں تو جب تک اکائیاں ٹھیک نہ ہوں میزان غلط رہے گی، یہ کہاں کی منطق اور کہاں کا فلسفہ ہے کہ افراد کو بنانے کی فکر نہیں اور ایک اچھے مجموعہ کی توقع کی جا رہی ہے۔

آج کالجوں، تحقیقاتی اداروں، تجربہ گاہوں، تفریحی مرکزوں میں انسانی زندگی کی ہر حقیقی اور فرضی ضرورت کا انتظام کیا جا رہا ہے، مگر ان آدمیوں کو بنانے کا کوئی انتظام نہیں سوچا جا رہا ہے جن کے لیے یہ سب انتظامات ہیں، کیا یہ سب تیاریاں ان انسانوں کے لیے ہیں جو سانپ بچھو بن کر زندگی گزاریں گے، جن کا مقصد زندگی کی بوالہوسی اور عیش پرستی کے سوا کچھ نہیں، اس دور کے انسان نے ظلم اور جرم کو منظم کیا ہے اور اس بارے میں وہ جانور سے بازی لے گیا، کیا کبھی سانپوں اور بچھوؤں اور جنگل کے شیروں اور بھیڑیوں نے انسانوں پر کوئی منظم اور متحد حملہ کیا؟ لیکن انسان اپنے جیسے انسانوں کو فنا کرنے کے لیے تنظیمیں اور ادارے قائم کرتا ہے اور پوری پوری دنیا کو تباہ کر دینے کی اسکیمیں بناتا ہے، اس وقت افراد کی تربیت، سیرت کی تعمیر اور انسانیت کی صفات اور اخلاق پیدا کرنے کی طرف مجرمانہ غفلت برتی جا رہی ہے، یہی کام سب سے غیر اہم سمجھا گیا ہے، مشین ڈھالنے کی کتنی فیکٹریاں ہیں، کاغذ بنانے کے کتنے کارخانے ہیں، کپڑے کے کتنے مل ہیں، مگر حقیقی انسان بنانے کا بھی کوئی ادارہ، کوئی تربیت گاہ ہے؟ آپ کہیں گے کہ یہ تعلیم گاہیں، کالج اور یونیورسٹیاں! لیکن بے ادبی معاف، وہاں انسانیت کی تعمیر اور فرد کی تکمیل پر کتنی توجہ کی جاتی ہے، یورپ اور امریکہ نے کتنے بڑے صرف اور کتنے بڑے ساز وسامان سے ایٹم بم بنایا، اگر اس کے بجائے وہ ایک فرد کامل کو بناتا تو دنیا کے لیے کتنا مبارک ہوتا، مگر ادھر کسی کا ذہن نہیں جاتا۔

ہمارا ملک ہندوستان تاریخ میں بڑا مردم خیز ملک رہا ہے، اس نے بڑے کامل افراد پیدا کیے ہیں، مگر اب صدیوں سے اس کی طرف سے غفلت برتی جا رہی ہے، ہمیں کہنا پڑتا ہے کہ مسلمانوں نے بھی اپنے دور حکومت میں اس فرض کے ادا کرنے میں کوتاہی سے کام لیا، ان کی حکومت اگر خلافت راشدہ کا نمونہ ہوتی اور وہ اس ملک کے منتظم اور حکمراں ہونے سے زیادہ اس ملک کے مربی اور اخلاقی معلم

ہوتے تو آج اس ملک کی اخلاقی حالت یہ نہ ہوتی اور وہ اس ملک کی تولید اور انتظام سے سبک دوش نہ کیے جاتے، پھر انگریز آئے، ان کی حکومت تو صرف اسپنج (Sponge) کی طرح تھی، جس کا کام یہ تھا کہ گنگا کے دہانے سے دولت چوس کر ٹیمز (Thames) کے کنارے اگل دینا، ان کے عہد میں اس ملک کا اخلاقی انحطاط کہیں سے کہیں پہنچ گیا، اب ہم کو آزادی ملی، ہمیں چاہیے تھا کہ ہم سب سے پہلے اسی بنیادی مسئلہ کی طرف توجہ کرتے، کیا یہ ملک کبھی آزاد نہیں تھا؟ پھر وہ آزادی کی دولت سے کیوں محروم ہوا؟ اپنی اخلاقی پستی اور اخلاقی کمزوریوں سے! مگر افسوس ہے کہ سڑکوں اور روشنی کی طرف بھی جتنی توجہ ہے اتنی بھی توجہ اس بنیادی کام کی طرف نہیں ہے۔

یاد رکھئے اس ملک کے لیے کوئی بیرونی خطرہ نہیں، اس ملک کے لیے سب سے بڑا خطرہ یہ اخلاقی انحطاط، یہ مجرمانہ ذہنیت، یہ دولت پرستی اور برادر کشی ہے، کیا یونان اور روما کو کسی دشمن نے تباہ کیا؟ نہیں! بلکہ ان اخلاقی بیماریوں نے جن کا گھن ان کو لگ گیا تھا، پھر اس وقت ایک ملک کا اخلاقی انحطاط تمام دنیا کے لیے خطرہ ہے، دنیا جب ہی خوش حال اور پر امن ہوسکتی ہے جب ہر ملک خوش حال اور پر امن ہو۔

پیغمبروں کا یہی کارنامہ ہے کہ انہوں نے صالح افراد تیار کیے، خدا سے ڈرنے والے، انسان سے محبت کرنے والے، دوسروں کے لیے تکلیف اٹھانے والے، اپنے پرائے کے معاملہ میں انصاف کرنے والے، سچ بولنے والے، حق کا ساتھ دینے والے، مظلوم کی مدد کرنے والے، دنیا کے کسی فرد کسی ادارہ اور کسی تربیت گاہ نے ایسے صالح افراد تیار نہیں کیے، دنیا کو اپنی ایجادوں پر ناز ہے، سائنس دانوں کو اپنی خدمات پر فخر ہے، لیکن پیغمبروں سے بڑھ کر کس نے انسانیت کی خدمت انجام دی، ان سے زیادہ بیش قیمت چیز کس نے دنیا کو عطا کی، ان افراد نے دنیا کو گلزار بنا دیا، ان کی وجہ سے دنیا کی ہر چیز کارآمد بن گئی اور ہر دولت ٹھکانے لگی، آج بھی دنیا میں جو نیکی کا رجحان، جو سچائی، انصاف اور انسانیت کی محبت پائی جاتی ہے، وہ انہیں پیغمبروں کی کوشش اور تبلیغ کا نتیجہ ہے، موجودہ دنیا بھی محض ایجادات اور تمدن کی ترقیات پر نہیں چل رہی ہے، یہ محض اسی سچائی، دیانت داری، انصاف اور محبت پر قائم ہے جو پیغمبر پیدا کر گئے۔

پیغمبروں نے یہ صالح ترین افراد کس طرح پیدا کیے؟ یہ بات کچھ کم حیرت انگیز نہیں، انہوں نے ان کے اندر ایک نیا یقین پیدا کر دیا، وہ یقین جس سے دنیا اس وقت محروم تھی جس کے فقدان نے ساری دنیا کے نظام کو درہم برہم کر رکھا تھا اور انسان اس کو کھو کر ایک خونخوار درندہ، ایک حریص چوپایہ بن گیا تھا، یعنی خدا کی ہستی کا یقین اور مرنے کے بعد کی زندگی اور جواب دہی کا یقین اور اس بات کا یقین کہ یہ سچے انسان خدا کا پیغام لانے والے اور انسان کی صحیح رہنمائی کرنے والے ہیں، اس یقین نے انسان کی کایا پلٹ دی اور اس کو ایک بے لگام جانور سے ایک ذمہ دار انسان بنا دیا۔

ہزاروں برس کا تجربہ بتاتا ہے کہ انسان سازی کے لیے اس سے بڑی طاقت نہیں، آج دنیا کی سب سے بڑی بدقسمتی یہ ہے کہ جماعتیں موجود ہیں، قومیں موجود ہیں، تنظیمیں اور ادارے موجود ہیں، لیکن صالح افراد نایاب ہیں اور دنیا کے بازار میں سب سے زیادہ اسی جنس کی کمی ہے، خطرناک بات یہ ہے کہ ان کی تیاری کی فکر بھی نہیں ہے اور سچ پوچھیے تو اگر تیاری کی کوشش بھی کی جاتی ہے تو اس کے لیے صحیح راستہ نہیں اختیار کیا جاتا، اس کا راستہ صرف ایک ہے اور وہ یہ کہ یہ یقین پھر پیدا کیا جائے اور سب سے پہلے انسان کو انسان بنایا جائے، اس کے بغیر جرائم بند نہیں ہوسکتے، خرابیاں دور نہیں ہوسکتیں، آپ ایک چور دروازہ بند کریں گے، دس چور دروازے کھل جائیں گے۔ افسوس ہے کہ جن کو اس بنیادی کام کی طرف توجہ کرنے کی ضرورت ہے اور جن کے توجہ کرنے سے اثر ہوسکتا ہے، ان کو دوسرے مسائل سے فرصت نہیں، اگر وہ اس مسئلہ پر توجہ کرتے تو اس سے پوری زندگی پر اثر پڑتا اور سینکڑوں مسائل اس سے حل ہوجاتے، جن پر علیحدہ علیحدہ کوشش کی جارہی ہے اور خاطر خواہ نتیجہ برآمد نہیں ہوتا۔

اسلام کی فتح وکامرانی کا راز

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ العالی

مسلمانوں کی آبادی اب دنیا کے تقریباً ہر ملک میں پائی جاتی ہے اور وہ ملک جن میں وہ اکثریت میں ہیں ایک معتد بہ تعداد رکھتے ہیں، یہ تعداد ایسی ہے کہ بین الاقوامی سیاست اور دیگر معاملات میں نظر انداز نہیں کی جاسکتی، مسلمانوں کے یہ ملک اقتصادی لحاظ سے بھی مضبوط ہیں، ان میں سے متعدد ملک اپنے معدنی ذخائر کے لحاظ سے دنیا کے اولین ملکوں میں شمار کیے جاتے ہیں اور ان کے بعض بعض ذخائر ایسے ہیں کہ دنیا کے انتہائی بڑے ملک اپنے کو ان کا محتاج محسوس کرتے ہیں، مسلمان اگر امت واحدہ کے طور پر کام کریں تو دنیا کی بین الاقوامی سیاست اور رائے عامہ ان کی مرضی کے خلاف نہیں ہوسکتی، ان کی رعایت کے بغیر دنیا کا کوئی کام انجام نہیں پاسکتا۔

مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو دین عطا کیا گیا ہے، وہ تمام انسانیت کی فلاح اور صلاح کا ضامن ہے، وہ نہ صرف خود مسلمانوں کی عزت وقوت کا باعث ہے، بلکہ ساری دنیا کی عزت وقوت کا سرچشمہ یہ دین بن سکتا ہے، لیکن اس امر کی طرف توجہ تمام دنیا کو کیا خود مسلمانوں کو بھی نہیں ہے، وہ نہ اپنے دین کی اہمیت کو سمجھتے ہیں اور نہ بحیثیت ایک بین الاقوامی اور عظیم تر ملت ہونے کے اپنی طاقت کو سمجھتے ہیں، وہ اپنے دین کی اس اہمیت اور اپنی عظیم طاقت سے فائدہ اٹھانے اور دوسروں کو فائدہ پہنچانے کی طرف کوئی دھیان نہیں دیتے اور اس کے لیے جو سودمند طریقہ ہے اس کو اختیار نہیں کرتے اور دوسروں کو بھی اس کی اہمیت سے واقف نہیں کراتے، یہ وقت کا اہم تقاضا ہے کہ وہ خود بھی اس سے صحیح فائدہ اٹھائیں اور دوسروں کو بھی اس کی اہمیت وافادیت سے واقف کرائیں، مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے امت دعوت بنایا گیا ہے، ان کی افادیت اس پانی کی طرح ہے جس سے انسانوں کی پیاس بجھتی ہے اور خشک کھیتیاں سیراب ہوکر سرسبز وشاداب ہوتی ہیں، لیکن اس وقت مسلمان خود اپنی پیاس نہیں بجھا پارہے ہیں اور خود اپنی کھیتیوں کو سرسبز وشاداب نہیں بنا پارہے ہیں، اس وقت دنیا کے ملکوں میں کم ایسے ملک ہوں گے جہاں مسلمانوں پر بحیثیت مسلمان زمین تنگ نہ ہو، ان کو بے بسی اور لاچارگی کا سامنا نہ ہو، ان کا حال یہ ہوگیا ہے کہ جہاں مسلمان اقلیت میں ہیں وہاں ان کو سیاسی اور اقتصادی دشواریوں اور مصیبتوں سے دوچار ہونا پڑتا ہے اور جہاں مسلمان اکثریت میں ہیں، وہاں ان کو اپنے دین پر صحیح طور پر عمل کرنے اور اس کو نافذ کرنے میں طرح طرح کی دشواریاں پیش آرہی ہیں۔

یہ صورت حال اگر مسلمان ایک کمزور، بے قیمت اور وسائل زندگی سے محروم قوم ہوتے تو سمجھ میں آسکتی تھی، لیکن ان کے موجودہ حجم کی صورت میں کہ دنیا کی پانچ ارب آبادی میں وہ ایک ارب سے زیادہ ہیں، دنیا کے سیاسی طور پر ڈیڑھ سو تسلیم شدہ ملکوں میں ایک تہائی کے قریب ہیں، متحدہ اقوام میں وہ جس رائے کی طرف ہوجائیں اس رائے کا ناکام ہونا ممکن نہیں، وہ دنیا کے ملکوں کی برادری میں کوئی ایک موقف اپنائیں تو ان کے موقف کو گرایا نہیں جاسکتا، وہ اپنی زمینی دولتوں کو صحیح ڈھنگ سے استعمال کریں تو دنیا کے بڑے بڑے ملک ان کے قدموں پر گرجائیں گے، وہ متحد ہوکر اپنی سیاست بنائیں تو دنیا میں کوئی بڑا فیصلہ ان کی رائے معلوم کیے بغیر نہ ہوسکے گا۔

لیکن ہو کیا رہا ہے؟ مسلمانوں کی ان تمام طاقتوں اور صلاحیتوں کے باوجود ان کے برعکس حالات میں جو چھوٹے سے چھوٹا گروہ بھی آپس میں کئی ٹکڑوں میں بنا ہوا ہے اور ایسی عداوت کہ دشمن سے بھی نہ ہوگی، بھائی بھائی سے جدا ہے، بلکہ اس کو گرانے اور شکست دینے کے خاطر دشمن سے بھی مدد لے لیتا ہو۔ اسلام کی عزت، ملت کی عزت اور ادارہ کی عزت کے بجائے صرف اپنی عزت کی فکر میں لگا ہوا ہے، وہ اپنی عزت کے لیے خواہ وہ صرف دکھاوے کی اور جھوٹی عزت ہو، اپنے خاندان کی، اپنی ملت کی عزت کو برباد کرسکتا ہے، افراد سے لے کر اداروں، حکومتوں اور بین الاقوامی برادری تک بھی مسلمانوں کا یہ طرز عمل نظر آرہا ہے، ایسی صورت میں اس قوم کی ترقی وکامیابی کی اچھی کرن ان اسلامی

تعلیمات میں ہے جو ہم کو قرآن کریم اور حدیث سے ملتی ہیں۔ ان کو اگر ہم اپنا سکیں تو ہم اپنی تمام کمزوریوں کو دور کر سکتے ہیں اور مسلمانوں کی تاریخ میں بار بار پیش آیا ہے کہ امت اتنی گر گئی کہ اس کا اٹھنا دشوار محسوس ہونے لگا، اتنے میں خدا کا ایک بندہ اٹھا اور اس نے اللہ اور اس کے رسول کے بتائے ہوئے طریقہ پر چلتے ہوئے اصلاح کی جدوجہد کی اور وہ جدوجہد کامیاب ہوئی، اسی لیے یہ امت اتار چڑھاؤ سے تو گزری لیکن ختم یا تباہ نہ ہوئی۔

آج ضرورت ہے کہ ہم غور کریں کہ ہم اپنی ان کمزوریوں کو کیسے دور کر سکتے ہیں، جو ہم کو تباہی و بربادی میں ڈالے ہوئے ہیں، ہم کو چاہیے کہ ہم ان کمزوریوں کی اصلاح کی فکر کی طرف جلد ہی توجہ کریں، باہر کے دشمن سے لڑنے سے قبل ہم کو اپنے اندر کے دشمن سے لڑنا ہوگا، بخار میں مبتلا آدمی کو پہلے اپنے بخار کو دور کرنے کی فکر کرنا چاہیے تا کہ وہ صحت کے ساتھ طاقت آزمائی میں مضبوط ثابت ہو سکے، ہماری طاقت وعظمت کا راز اس میں پوشیدہ ہے کہ ہم "وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ" یعنی نیکی کے کام میں اور تقویٰ واحتیاط کے سلسلہ میں آپس میں تعاون کریں، معصیت کے کام اور دوسرے پر زیادتی کے سلسلہ میں تعاون نہ کریں۔

حضور ﷺ کا قول ہے: "ولا تباغضوا ولا تحاسدوا ولا تدابروا ولا تقاطعوا وكونوا عباد الله اخوانا" (آپس میں غصہ نہ کرو اور نہ آپس میں حسد کرو اور نہ سازش کرو اور نہ آپس میں مقاطعہ کرو اور اللہ کے بندے بھائی بھائی بن جاؤ)

ہم تنہا ان دو نصیحتوں کو اپنے سامنے رکھیں اور اپنی زندگی کو ان کے مطابق ڈھالیں تو ہماری وحدت مضبوط دیوار کی طرح بن سکتی ہے، ہماری طاقت ناقابل شکست چٹان بن سکتی ہے، ہمارا معاشرہ شاندار سیرت و کردار کا معاشرہ بن سکتا ہے کہ جس کو دیکھ کر ہمارے دشمن رشک کریں اور صرف رشک ہی نہیں بلکہ اس کی طرف مائل ہونے اور اس کی نقل کرنے کی طرف لپک کر بڑھیں اور ہماری رہنمائی اور سرپرستی میں اپنے کو دے دینے کے خواہش مند ہوں۔ کیا ایسا ہمارے ماضی میں نہیں ہوا؟ کیا حضور ﷺ نے ۲۳ رسال کے عرصہ میں جو معاشرہ تربیت دے کر تیار کیا تھا اس معاشرہ نے دنیا کے ایک بڑے حصہ کو اپنا گرویدہ اور نیاز مند نہیں بنا لیا؟ حالانکہ ان کی مادی طاقت اپنے دشمنوں کی مادی طاقت سے کم تھی، ان کی تعداد دشمنوں کی تعداد سے کم تھی، ان کے وسائل وسامان زندگی اپنے دشمنوں کے وسائل اور سامان زندگی سے کم تھے، لیکن ان کے پاس ایمان کی طاقت تھی، بے غرضی اور اخلاص کی طاقت تھی، اللہ کے حکم کے سامنے سر جھکا دینے اور خواہش نفس پر غالب رہنے کی طاقت تھی اور آج ہمارے پاس یہ طاقتیں موجود نہیں، ہم خدا کے حکم اور ملت کے مفاد کے لیے اپنی اندرونی خواہش وجذبہ کو بھی قربان نہیں کر سکتے۔

ہمارے کسی معمولی ذاتی مفاد کا نقصان ہو یا اپنی جھوٹی عزت کے کسی جزو کو دھکا پہنچتا ہو تو ہم شریف سے شریف آدمی کو ذلیل کر کے رکھ دیں، ملت کے بڑے سے بڑے مفاد کو قربان کر دیں، خدا اور رسول کے اہم سے اہم حکم کو پامال کر دیں، ایسی صورت میں نتیجہ معلوم ہے کہ پہلے ملت کی تباہی پھر اس کے افراد کی بربادی اور ذلت، آج افسوس کی یہی بات ہے کہ امت اسلامیہ بین الاقوامی پھر بین الملکی پھر من حیث الجماعت پھر من حیث الافراد ایسی ذلت ونکبت میں مبتلا نظر آرہی ہے اور حضور ﷺ کا وہ فرمان آج کے حال پر منطبق ہو رہا ہے کہ "أنتم غثاء كغثاء السيل" کہ تم تعداد کی زیادتی کے باوجود سیلاب کے لائے ہوئے جھاگ کی طرح ہو گے، یعنی دیکھنے میں بہت لیکن حقیقت وافادیت میں کچھ نہیں۔

ان حالات میں امیدوں کا چراغ بجھا نہیں ہے، امیدوں کا چراغ مایوس کن حالات میں توجہ دلاتا ہے کہ اچھی اور پاکیزہ زندگی، گناہوں سے استغفار، اللہ کی طرف رجوع وانابت اور انسانیت کی فکر، دعوت کا عمل، سخت اور مضطرب حالات سے نکال کر اچھے حالات پیدا کرنے کا بڑا ذریعہ بنتا ہے اور تاریخ کی مثالوں سے بار بار پتہ چلتا ہے کہ جس طرح اللہ کو بھولنے سے اچھے حالات خراب ہو جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع وانابت سے خراب حالات اچھے حالات میں بدل جاتے ہیں۔

مسلسل

سچائی کیا ہے؟

بلال عبدالحی حسنی ندوی

سراپا سچا بننے کا مطالبہ:

﴿وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْؤُولًا﴾ (الإسراء: ٣٦)

(اور جس کا تمہیں علم نہیں اس کے پیچھے مت پڑو، یقیناً کان اور آنکھ اور دل ان سب کے بارے میں پوچھا جائے گا)

آیت کا مطلب یہ ہے کہ آدمی کو جو بات صحیح صحیح معلوم ہے اس کا تذکرہ کرلے، اگر اس کے ذکر کی ضرورت ہے تو لوگوں کو بتادے، لیکن جس چیز کا علم نہیں ہے اس کے چکر میں نہ پڑے، یعنی جو خود کانوں سے سنا نہیں وہ دوسروں کو سنائے، جو دیکھا نہیں وہ بتائے اور جو جانتا نہیں وہ لوگوں کے سامنے بیان کرے، کیونکہ یہ کذب میں داخل ہے۔ اسی لیے فرمایا گیا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ قیامت کے دن ان سب اعضاء کے بارے میں پوچھیں گے کہ دل کا حال کیا ہے؟ آنکھوں کا حال کیا ہے اور کانوں کا حال کیا ہے؟ کتنی خلاف واقعہ ایسی باتیں کہی گئی ہیں جو نہ دیکھی گئیں، نہ سنی گئیں اور نہ ان کا کچھ پتہ چلا، لیکن محض اپنے فائدہ کے لیے اور بعض مرتبہ صرف چٹخارے کے لیے وہ باتیں کہہ دی گئیں، انسان کا یہ مزاج ہوتا ہے کہ اس کو چٹخارے کے لیے باتیں کرنے میں بڑا مزہ آتا ہے اور جب چٹخارے کے لیے باتیں کرتا ہے تو باتوں میں محض مزہ پیدا کرنے کے لیے یا تفریح کے لیے نمک مرچ لگاتا ہے اور ادھر ادھر کی اڑاتا ہے۔ ظاہر ہے یہ بالکل درست نہیں ہے، اسی لیے کہہ دیا گیا کہ جس کا تمہیں پتہ نہیں اس کے چکر میں مت پڑو اور نہ ہی اس کے پیچھے پڑو، اسی سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آدمی کو کسی کی ٹوہ میں بھی زیادہ نہیں پڑنا چاہیے۔

سچائی اور امانت داری کا تقاضا:

بعض مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ انسان کو کسی سے متعلق کچھ باتیں معلوم ہوتی ہیں اور ان کو بیان کرنے کی کہیں ضرورت پیش آجاتی ہے تو ایسے موقع پر ایک امانت کے طور پر بات بیان کی جاسکتی ہے، بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ آدمی بطور امانت کسی سے کچھ پوچھتا ہے، مثلاً: کسی کو اپنی بچی کی شادی کرنی ہے یا اپنے بچہ کی شادی کرنا ہے، کسی کا رشتہ ہونا ہے یا کوئی معاملہ کرنا ہے، کسی کو ملازم رکھنا ہے، اب وہ شخص جاننا چاہتا ہے کہ فلاں آدمی کیسا ہے، یا جس سے رشتہ کرنا ہے اس کا حال کیا ہے؟ تو وہ ان لوگوں سے دریافت کرتا ہے جو اس کے قریب ہیں۔ ایسے موقع پر یہ ملحوظ رہنا ضروری ہے کہ یہ سوال بطور امانت ہے اور جواب بھی بطور امانت ہی دیا جانا چاہیے، لہٰذا خیال رہے کہ اس سلسلہ میں اس کو جتنا علم ہے اتنا ہی بیان کرے، جو بات نہیں جانتا اور اس کے باوجود دوسروں کو دھوکہ دینے کی غرض سے ایسی بات کہتا ہے جو سراسر جھوٹ اور فریب ہے، چاہے وہ تعریف کرکے ہو یا برائی کرکے تو یہ بالکل غلط ہے، کیونکہ تم سے جس کے متعلق پوچھا جارہا ہے تو جتنا پوچھا جارہا ہے اتنا تم بتادو، اس کے متعلق تم جتنا جانتے ہو اتنا بتادو، اس میں آگے بڑھنے کی کیا ضرورت ہے؟ جو بات آدمی جانتا ہی نہیں اس کے پیچھے نہیں لگنا چاہیے، جتنا جانتا ہو اور اس کو بتانے کی ضرورت ہو تو اتنا بتادینا چاہیے اور اس میں بھی امانت کا خیال رکھنا چاہیے۔

اگر کوئی شخص امانت کے طور پر آپ سے کسی کے متعلق کچھ پوچھ رہا ہے، کیونکہ اس کو اپنی بچی کی شادی کرنی ہے یا کوئی معاملہ کرنا ہے اور آپ اس شخص کے بارے میں بخوبی جانتے ہو کہ یہ آدمی دھوکہ باز ہے، آپ کو پتہ ہے کہ اس شخص کے مزاج میں انتہائی غصہ ہے، تو اب جب آپ سے پوچھا گیا تو آپ اس کو ٹال جائیں اور صحیح جواب نہ دیں، یہ بھی مناسب نہیں ہے اور نہ ہی یہ نیکی کا کام ہے۔ آپ کو چاہیے کہ ایک ضروری حد تک اس کی وہ بات بتادیں کہ میں اتنا جانتا ہوں، لیکن اس میں قطعاً کذب نہ ہو اور نہ ہی ذاتی دشمنی نکالی جائے کہ آج موقع ملا ہے، دیکھیں یہ رشتہ کیسے ہوتا ہے، بلاشبہ یہ انتہائی گناہ کی بات ہے، کسی کو نقصان پہنچانا یا انتقام لینا ہرگز

مناسب نہیں ہے، آدمی جتنا جانتا ہے اتنا ہی بتائے۔

خبر بیانی کی دو صورتیں:

دوسرے کی بات لوگوں کے سامنے بیان کرنے کی دو صورتیں ہیں؛ ایک صورت بقدر ضرورت ہوتی ہے، یعنی کسی سے متعلق کچھ معلوم کیا گیا اور بقدر ضرورت اس کے متعلق جو معلوم تھا اس کو بیان کردیا گیا، دوسری صورت یہ ہوتی ہے کہ انسان محفلوں اور مجلسوں میں محض تفریح کے لیے کسی کا چرچہ کرے اور عیب جوئی کرے۔

پہلی صورت:

پہلی صورت کی جہاں تک بات ہے تو اگر کہیں کسی شخص سے متعلق ضرورت کی وجہ سے کچھ سوال کیا جائے تو وہاں پوری پوری بات بتانا چاہیے، اگر کوئی غلط چیز دیکھی ہو تو وہ بھی بتائے، حدیث میں اس کا ذکر بھی آتا ہے کہ ایک جگہ کسی کے رشتہ کی بات چلی تو آپ ﷺ سے جب رشتہ کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے ایک اشارہ فرمایا کہ وہ تو اپنی لاٹھی رکھتے ہی نہیں ہیں۔ یعنی لاٹھی ہاتھ ہی میں رہتی ہے، مطلب یہ ہوا کہ ان کا مزاج بڑا سخت ہے، آپ ﷺ نے یہ اشارہ اس لیے فرمادیا تاکہ جاننے والا یا رشتہ کرنے والا اچھی طرح سمجھ لے اور دھوکہ نہ کھائے۔ کیونکہ بعض مرتبہ اوپر سے آدمی بڑا اچھا معلوم ہوتا ہے، لیکن جو لوگ اندر سے واقف نہیں ہیں وہ دھوکہ کھاجاتے ہیں، کوئی شخص اوپر سے اچھا معلوم ہوتا ہے مگر اندر سے حالات بہت خراب ہوتے ہیں، لہٰذا اگر کوئی شخص اس کے متعلق پہلے سے جانتا ہے اور اس شخص سے کوئی معاملہ کرنے والا انسان بطور امانت پوچھ رہا ہے تو امانت داری کا تقاضا یہ ہے کہ وہ پوری پوری بات بتادے، حدیث میں ہے:

"المستشار مؤتمن" یعنی جس سے مشورہ لیا جارہا ہے وہ امین ہے، اس کو چاہیے کہ امانت کے ساتھ پوری بات پہنچائے۔

دوسری صورت:

دوسری صورت کی جہاں تک بات ہے وہ بالکل غلط ہے، مجلس میں بیٹھ کر تفریح کے طور پر کسی شخص کا چرچہ ہورہا ہے، یاد رہے اگر ایسی صورت میں کسی کے اندر کوئی عیب ہے تب بھی اس کا چرچہ نہ کیا جائے، یہ غیبت ہے۔

یہاں دو باتیں بالکل الگ الگ ہوگئیں، پہلی یہ کہ جہاں ضرورت ہے اور بطور امانت کوئی بات کہنی ہے، تو وہاں بے کم وکاست وہ بات کہہ دی جائے، لیکن یہ اصول بھی دھیان رہے کہ "المجالس بالأمانة" (سنن أبي داؤد: ٤٨٧١) (مجالس امانت کے ساتھ ہیں)

یعنی جس شخص سے بات کہی جارہی ہے اس کو چاہیے کہ وہ ہنگامہ نہ پیٹے، وہ اپنی حد تک معلوم کرنا چاہتا ہے اور اسی غرض سے بتانے والے نے بطور امانت وہ بات پوری پوری بتادی ہے، تو وہ بات بس وہیں تک رہے، اگر اس کو معاملہ کرنا تھا تو وہ اپنا معاملہ نہ کرے، اس کو رشتہ کرنا تھا تو رشتہ نہ کرے لیکن اس کا ہنگامہ ہرگز نہ کرے کہ فلاں اس کے متعلق ایسا کہہ رہے تھے، اس بات کو مجلسوں کا موضوع نہ بنایا جائے، یہ جائز نہیں ہے، اس کا نام غیبت ہے۔

یہ دو الگ الگ صورتیں ہیں؛ ایک صورت ہے ضرورت کی، جہاں ضرورت ہے وہاں وہ بات پوری پوری بتادی جائے اور جس نے بات سنی ہے اس کو وہ امانت کی حد تک رکھے۔ لیکن جہاں ضرورت نہیں ہے وہاں اگر کسی کا عیب بیان کیا جارہا ہے تو یہ غیبت ہے اور یہ درست نہیں ہے، مجلسوں میں اس کو موضوع بنایا جارہا ہے، سب لوگ بیٹھے ہیں اور باتوں میں مزہ آرہا ہے۔

غیبت کا مرض:

عجیب وغریب بات ہے کہ جب آدمی مجلس میں بیٹھتا ہے، دوستوں کی مجلس ہوتی ہے، تھوڑی سی تفریح کرنے والوں کی مجلس ہوتی ہے، اس میں جب تک غیبت نہ ہو اس وقت تک مجلس میں مزہ ہی نہیں بڑھتا، جب تک غیبت نہ ہو تب تک مجلس کا چٹخارہ ہی نہیں ہوتا اور آج کل اس سلسلہ میں کوئی تفریق نہیں ہے، یہ حقیقت ہے کہ اچھے اچھے دین داروں کا حال یہ ہے کہ غیبت میں مبتلا ہوتے ہیں اور غیبت کے بارے میں بھی عجیب بات ہے کہ اس پر پردے ڈال دیے جاتے ہیں، واقعۃً آج ہم سب اس گناہ میں مبتلا ہیں۔

انسانی تربیت کی عالمی بنیادیں

عبدالسبحان ناخداندوی

اللہ کے رسولوں کی ایک امتیازی شان یہ ہوتی ہے کہ وہ اپنی قوم میں رہ کر پوری قوت کے ساتھ اپنا دعوتی کام انجام دیتے ہیں، اس لیے کہ کسی جگہ رہ کر کام کرنے سے کام نہایت مضبوط ہوتا ہے اور اس کے اثرات اور زیادہ پائیدار ہوتے ہیں، ایک جگہ ارشاد ہے:

﴿كَمَا أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولاً مِّنكُمْ يَتْلُو عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا وَيُزَكِّيكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُم مَّا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ﴾(البقرة: ۱۵۱)

(جس طرح ہم نے تم میں ایک رسول بھیجا جو ہماری آیات تمہارے سامنے تلاوت کرتا ہے اور تمہیں پاک وصاف کرتا ہے، تمہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے اور تمہیں وہ سب سکھاتا ہے جو تم جانتے نہیں تھے)

آیت بالا میں "أرسل" کا صلہ "الی" لانے کے بجائے "فی" لایا گیا ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ کے رسول ایک جگہ رہ کر اپنا فریضہ انجام دیتے ہیں۔

اسی طرح "رسولا منکم" کے لفظ سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کی عام سنت یہی ہے کہ انبیاء اپنی اپنی قوموں ہی سے اٹھائے جاتے ہیں اور قومی تعلق کی بنا پر جذبہ دعوت میں زیادہ گہرائی پائی جاتی ہے۔

قرآن مجید میں رسول کے فرائض پر یوں روشنی ڈالی گئی ہے:

﴿يَتْلُو عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا وَيُزَكِّيكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُم مَّا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ﴾(البقرة: ۱۵۲)

(تمہیں میں سے ایک رسول بھیجا جو ہماری آیتیں تمہیں پڑھ کر سناتا ہے اور تمہارا تزکیہ کرتا ہے اور تمہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے اور تمہیں وہ باتیں سکھاتا ہے جو تم جانتے نہ تھے)

یہ نبوی فرائض ہیں اور انسانی تربیت کی عالمی بنیادیں ہیں، سب سے پہلے اللہ کی کتاب کی پرسوز تلاوت کی جائے اور اس طریقہ سے لوگوں کو اللہ کی کتاب سے وابستہ کیا جائے کہ اللہ کا کلام اپنی پوری تاثیر کے ساتھ ان کے قلب ونظر میں سما جائے اور اس کا سب سے مؤثر ذریعہ اچھی آواز سے تلاوت ہے، اسی لیے حکم بھی ہے:

"زينوا هذا القرآن بأصواتكم"

(اس قرآن کو اپنی آواز سے آراستہ کرو)

تلاوت قرآن سے دل نرم ہوتے ہیں، پھر ان کا تزکیہ کرنا آسان ہو جاتا ہے، نرم دل تزکیہ کو جلدی قبول کرتے ہیں۔

تزکیہ کا مطلب یہ ہے کہ انسانی قلب ودماغ کو ان برائیوں سے پاک کیا جائے جن کا تعلق شرک اور ظلم سے ہے، قلب کو شرک سے پاک رکھنا' یہ اللہ کے سب سے بڑے حق کو ادا کرنا ہے اور اپنے آپ کو ظلم سے محفوظ کرنا' بندوں کے سب سے بڑے حق کو ادا کرنا ہے، یہ تزکیہ کے دو اہم باب ہیں جن کو اختیار کرنے سے مکمل تزکیہ آسان ہو جاتا ہے، تزکیہ کے نتیجہ میں دلوں میں امانت داری پیدا ہوتی ہے، ایسے قلوب تعلیم وتربیت کو تیزی سے قبول کرتے ہیں۔

تزکیہ کے بعد تعلیم کا مرحلہ ہے، حدیث میں آتا ہے کہ پہلے دیانت داری اتری پھر کتاب وسنت کی تعلیم دی گئی، یعنی پہلے اس پر محنت ہوئی کہ لوگوں کے دل پاک کیے جائیں، پھر ان دلوں نے قرآن وسنت کو پوری طرح جذب کرلیا۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم سے ارشاد فرمایا:

"ان الأمانة نزلت في جذر قلوب الرجال ثم علموا

من القرآن ثم علموا من السنة"

(امانت لوگوں کے دلوں کے اندر اتری، پھر انہوں نے قرآن کا علم حاصل کیا اور سنت کا علم حاصل کیا)

روایت سے معلوم ہوا کہ پہلے تربیت پر زور دیا گیا، پھر کتاب وسنت کی تعلیم دی گئی، یہی قرآنی ترتیب ہے، پہلے تزکیہ پھر تعلیم۔

نبوی فرائض کے ذکر کے بعد آیت بالا میں یہ بھی ارشاد ہے کہ؛"ویعلمکم مالم تکونوا تعلمون" یعنی نبی تمہیں وہ باتیں سکھاتا ہے جو تم نہیں جانتے تھے، آیت یہ بتاتی ہے کہ نبی معلم انسانیت ہیں اور کل انسانیت اپنی ہدایت کے لیے نبی کی تعلیمات کی محتاج ہے اور وہ تعلیمات اللہ کی طرف سے آتی ہیں، اللہ نے بالکل یہی بات اپنے نبی کے تعلق سے ایک دوسری جگہ فرمائی ہے؛

﴿وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا﴾

(اللہ نے آپ کو وہ سب سکھایا جو آپ نہیں جانتے تھے، واقعی آپ پر آپ کے رب کا عظیم الشان فضل ہے)

دونوں آیات کو جوڑنے سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے وہ تمام باتیں امت کو بتلادیں بلکہ سکھلادیں جن کی امت کو ضرورت تھی، گویا آپ ﷺ نے فریضہ رسالت کا حق ادا کردیا، یہ آیت نبی کے منصب کو بیان کرنے کے ساتھ ساتھ اللہ کی گواہی کو بیان کرتی ہے کہ جس کام کو دے کر آپ کو مبعوث کیا گیا تھا' آپ ﷺ وہ کام بہترین طریقہ پر پورا کررہے ہیں۔

آیت میں ارشاد ہے؛"ویعلمکم مالم تکونوا تعلمون" یعنی وہ ایسی باتیں بتائیں گے جو تم نہیں جانتے تھے۔ ظاہر ہے علم اسے حاصل ہوتا ہے جو اپنی لاعلمی کا اعتراف کرے، علم نبوت دنیا سے فائدہ اٹھانے کا علم نہیں، بلکہ دنیا کو فائدہ پہنچانے کا علم ہے، علم نبوت سے آزاد رہ کر کوئی ایسی بنیاد فراہم کی ہی نہیں جاسکتی جو کل انسانیت کے لیے نقطہ اتفاق بنے، اسی طرح کسی ضابطہ اخلاق کو جاری کرنا بھی ممکن نہیں، دنیا اس سلسلہ میں ٹھوکریں کھارہی ہے، لیکن کوئی سرا ہاتھ نہیں آتا، ہر جگہ مفادات کا ٹکراؤ لازمی طور پر نظر آتا ہے، یہ سب علم نبوت سے محرومی کا نتیجہ ہے، اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کا حال بھی بیان فرمایا ہے جو نبوی تعلیمات کے آنے کے بعد اپنے علم پر فخر کرتے تھے، لیکن جب اللہ کا عذاب آیا تو ان کو کوئی چیز فائدہ نہ دے سکی، علم نبوت کا مطالبہ یہ ہے کہ لوگ اپنی لاعلمی کا اعتراف کرتے ہوئے اسے قبول کرلیں، اس سے انسانیت کی پیاس بجھ سکتی ہے، ورنہ انسانوں کے علم نے انسانیت کو ہمیشہ اور زیادہ پیاسا ہی بنایا ہے، تاریخ اس پر گواہ ہے، علم نبوت کے مقابلہ میں جن لوگوں نے اپنے علم پر تکبر کیا ان کا حال قرآن کریم یوں بیان کرتا ہے؛

﴿وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّن قَبْلِكَ مِنْهُم مَّن قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُم مَّن لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ وَمَا كَانَ لِرَسُولٍ أَن يَأْتِيَ بِآيَةٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللّٰهِ فَإِذَا جَاءَ أَمْرُ اللّٰهِ قُضِيَ بِالْحَقِّ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْمُبْطِلُونَ﴾

(جب ان کے پاس ان کے رسول کھلی ہوئی تعلیمات لے کر آئے تو وہ اپنے پاس موجود علم پر اکڑنے لگے، جس چیز کا وہ مذاق اڑاتے تھے، اسی نے ان کو آگھیرا، جب انہوں نے ہمارے عذاب کو دیکھ لیا تو پکار اٹھے کہ ہم ایک اللہ پر ایمان لے آئے اور جس جس کو ہم اللہ کے ساتھ شریک ٹھہراتے تھے سب کو ہم نے ٹھکرادیا، لیکن جب ہمارا عذاب انہوں نے دیکھ لیا تو ان کا ایمان ان کے کچھ کام آ ہی نہیں سکتا تھا، اپنے بندوں میں اللہ کی یہی سنت جاری رہی ہے، اس وقت کفر کرنے والے خسارے میں پڑے رہ گئے)

اس آیت نے یہ بتادیا کہ علم نبوت کو اپنے علم سے چیلنج کرنے والوں کے نصیب میں دنیا وآخرت دونوں کی ٹھوکریں ہی آتی ہیں، علم نبوت پاکیزگی بخشتا ہے اور زندگی کو اسی طرح دکھاتا ہے جس طرح وہ فی الواقع ہے، انسانی علم ٹھوکریں کھلاتا ہے، ہاں اگر اسے علم نبوت کے ساتھ جوڑ دیا جائے تو وہ بھی مفید بنتا ہے،"ویعلمکم مالم تکونوا تعلمون" میں یہ بات بھی کہہ دی گئی ہے کہ اپنے آپ کو لاعلم جانو اور رسول کے علم سے پورا فائدہ اٹھاؤ اور اپنی پوری زندگی کو اسی کی روشنی میں سمجھنے کی کوشش کرو۔

سائنس کے میدان میں مسلمانوں کی خدمات

ڈاکٹر عبید الرحمٰن ندوی

یہ بات ملحوظ رکھنی چاہئے کہ اسلام ترقی اور فروغ کی راہ میں کبھی رکاوٹ نہیں رہا ہے۔ تاریخ دنیا کے دیگر مذاہب کی سائنس اور ٹکنالوجی کے میدان میں اہم کردار ادا کرنے کی ایک بھی مثال نہیں پیش کرسکتی ہے جیسا کہ اسلام نے ادا کیا ہے۔ بیسویں صدی کے معروف عالم دین مفکر اسلام مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ کے الفاظ میں:-''یورپی احیاء کا کوئی وا

حد گوشہ نہیں ہے جو اسلامی فکر کا مقروض نہ ہو۔ اسلام نے یورپ کو ایک نئی زندگی دی ہے''۔

محمد اسد نے بالکل صحیح کہا ہے کہ:-''تاریخ بغیر کسی شک کے امکان کے یہ ثابت کرتی ہے کہ کسی مذہب نے سائنسی ترقی کو اتنی ترغیب نہیں دی ہے جتنی کہ اسلام نے دی ہے۔ تعلیم اور سائنسی تحقیق کو جو حوصلہ افزائی دین اسلام سے ملی اسی کے نتیجہ میں عہد بنی امیہ، عہد عباسی اور عربوں کے اندلس میں دور حکومت کے دوران شاندار ثقافتی کامیابیاں حاصل ہوئیں۔ یورپ کو یہ اچھی طرح جان لینا چاہئے کہ یہ اسلام کا اتنا ہی مقروض ہے جتنا کہ صدیوں کی تاریکی کے بعد نشأۃ ثانیہ کا۔ میں اس کا ذکر اس لئے نہیں کررہا ہوں کہ ہم خود پر فخر کریں ان شاندار یادوں میں کھو کر ایک ایسے وقت جب عالم اسلام نے اپنی سنت بھلا رکھی ہو اور اندھے پن اور ذہنی افلاس کا شکار ہوچکا ہو۔ ہمیں حق نہیں حاصل ہے کہ اپنی موجودہ بدبختی کے ساتھ ماضی کے کارناموں پر فخر کریں۔ بلکہ ہمیں اس بات کا احساس ہونا چاہئے کہ یہ مسلمانوں کی غفلت تھی نہ کہ اسلامی تعلیمات میں کوئی کمی تھی جو موجودہ بربادی کا سبب بنا''۔

انہیں خیالات کا اظہار مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی، ناظم ندوۃ العلماء، لکھنؤ اور صدر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے بھی کیا ہے:-

''قرون وسطی میں جب یورپ تاریکی اور جہالت کے دور سے گزر رہا تھا مسلم دنیا میں علماء، مفکرین، ماہر تعلیمات اور طبعی اور سماجی علوم کے ممتاز اساتذہ پیدا ہورہے تھے۔ یورپی مصنفین نے بسا اوقات اس بات کا اعتراف بھی کیا ہے کہ یورپ نے ترقی کی راہ پر قدم بڑھانے سے قبل چھ سو سالوں تک مسلمانوں کی تحقیقات کو سیکھا اور اس سے استفادہ کیا ہے۔ **Marquis** کے الفاظ میں:-''یہ مسلمانوں کا ہی علم تھا، مسلمانوں کا ہی فن تھا اور مسلمانوں کا ہی ادب تھا کہ جس کا یورپ بڑی حد تک مقروض ہے قرون وسطی کی تاریکی سے نجات حاصل کرنے میں''۔

ڈاکٹر رابرٹ بریفالٹ (**Robert Briffault**) نے بالکل صحیح بیان کیا ہے کہ یورپ میں سائنس کی نشوونما تحقیق کے نئے جذبے، تفتیش کے نئے طریق کار، تجرباتی طریق کار، مشاہدہ، پیمائش، ریاضی کا فروغ ایک ایسی شکل میں جو یونانیوں کے لئے غیر معروف تھا کے نتیجے میں ہوئی۔ اور وہ جذبہ اور وہ طریق کار یورپی دنیا میں عربوں (مسلمانوں) کے ذریعہ متعارف ہوئی تھی۔

یہ بات قابل ذکر ہے کہ اسلام کی آمد سے پہلے علم کی بنیاد ارسطو کے استخراجی طریقے (**Deductive Method**) پر تھی۔ یہ واضح رہے کہ استخراجی طریقہ کسی نئے علم کا تصور پیش نہیں کرتا بلکہ یہ پرانی چیز کی تصدیق کا تصور پیش کرتا ہے۔ یہ انسان کو دوسرے پر بھروسہ کرنے والا بنادیتا ہے۔ جبکہ اس کے برخلاف اسلام نے استقرائی طریقہ (**Inductive Method**) کا تصور پیش کیا ہے۔

یہ وہ طریقۂ تصور ہے جو نئے نئے علوم کا راستہ دکھاتا ہے اور نئی تحقیق وجستجو کی طرف گامزن کرتا ہے۔ یہ وہی نقطۂ نظر اور طریقۂ کار ہے جس سے سائنس کے سفر کا آغاز ہوتا ہے اور بعد میں یہی استقرائی طریقہ غیر معمولی علمی اور سائنسی ارتقاء کے لئے بہت زیادہ مدد و معاون ثابت ہوا ہے۔

یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ مسلمان سائنسدانوں نے نہ کہ صرف سائنس کی حقیقی خدمت کی بلکہ ٹکنالوجی کی بھی کی۔ دیگر الفاظ میں، انہوں نے اپنی سائنسی تحقیقات کا عملاً استعمال کیا۔ انہوں نے ستاروں کا مشاہدہ کیا، اور جہاز رانی کے لئے کوکبی نقشے بنائے۔ ابن یونس نے وقت پیمائی کے لئے پنڈولم کا استعمال کیا۔ ابن سینا نے ہوائی تپش، کاغذ، قطب نما، بندوق، بارود، مسلمان سائنسدانوں کی سائنسی اور تکنیکی ترقیوں کے غیر نامیاتی نظائر جس نے انسانی تمدن میں ایک بے نظیر انقلاب بپا کر دیا کا استعمال کیا۔

(Islam and Evolution of Science, P.15)

سائنس کی مختلف شاخوں پر ممتاز مسلم مصنفین کی تحریر کردہ کچھ اہم کتابوں کا حوالہ دینا بے محل نہ ہوگا:- الفارابی (ابو نصر محمد بن محمد ف ۳۳۹ھ) کی ''احصاء العلوم''، چوتھی نصف صدی ہجری کی ''رسائل اخوان الصفا وخلان الوفاء''، الخوارزمی (محمد بن احمد بن یوسف، ف ۳۸۷ھ) کی ''مفاتیح العلوم''، ابن الندیم (محمد بن اسحاق، ف ۴۳۸ھ) کی ''الفہرست''، ابن سینا، (ف ۴۲۸ھ) کی ''اقسام العلوم العقلیۃ''، ابن حزم (ف ۴۵۶ھ) کی ''مراتب العلوم''، الابیون (ابو المظفر محمد بن محمد ف ۵۰۷ھ) کی ''طبقات العلوم''، ابن خلدون (ف ۸۰۸ھ) کی ''المقدمۃ''، طاش کبری زادہ (ف ۹۶۸ھ) کی ''مفتاح السعادۃ ومصباح السیادۃ فی موضوعات العلوم''، حاجی خلیفہ (ف ۱۰۶۷ھ) کی ''کشف الظنون عن أسامی الکتب والفنون''، تھانوی (محمد بن علی ف بعد ۱۱۵۸ھ) کی ''کشاف اصطلاحات العلوم'' اور نواب صدیق حسن قنوجی (ف ۱۳۰۷ھ) کی ''ابجد العلوم''۔

مسلمانوں کی کچھ سائنسی تصنیفات مغربی تعلیمی اداروں میں پوری پڑھائی گئیں جس نے یورپ میں سائنسی ترقی میں بڑا گہرا اثر ڈالا۔ ابن سینا کی ''القانون''، ابن ہیثم کی ''کتاب المناظر'' اور الزہراوی کی ''کتاب التصریف'' بطور مثال قابل ذکر ہیں۔ 'کتاب القانون' جو ایک جامع طبی تصنیف ہے اور جسے مغرب میں ''Canon'' کہا جاتا ہے کا ۱۲۷۰ء میں عبرانی زبان میں ترجمہ ہوا۔ دو مصنفین نے اس کا ترجمہ لاطینی میں بھی کیا اور یورپ میں اس کے تقریباً تیس ایڈیشن شائع ہوئے۔ پندرہویں صدی میں اس کی متعدد شروحات لکھی گئیں۔ اس تصنیف کا ایک خوبصورت عربی ایڈیشن روم میں ۱۵۹۳ء میں شائع ہوا۔ پندرہویں صدی کے نصف آخر میں یورپی یونیورسٹیوں کا نصف طبی نصاب اس میں شامل تھا اور Monpellier اور Louvain کی یونیورسٹیوں میں یہ ۱۹۵۰ء تک بطور ایک نصابی کتاب کے جاری رہی۔ کتاب کی پہلی جلد کا ترجمہ، بجز اس کے تشریحی حصہ کے، ۱۹۳۰ء میں انگریزی میں ہوا۔

''کتاب المناظر'' کا ترجمہ ''Opticae Thesaurus Alhazeni'' کے عنوان سے لاطینی میں کیا گیا۔ اس کتاب کے مصنف ابن الہیثم کو ''Alhazen'' کہا جاتا ہے، ایک ایسا نام جو یورپ میں آج تک یاد کیا جاتا ہے۔ جارج سارٹن ''George Sarton'' کے مطابق اس کتاب نے یورپی سائنسدانوں پر گہرا اثر ڈالا ہے (روجر بیکن ''Roger Bacon'' سے لے کر کیپلر ''Kepler'' تک یعنی تقریباً چھ سو سال)۔

کتاب التصریف بارہویں صدی کی طب اور جراحی سے متعلق ایک ہمہ گیر تصنیف ہے۔ کتاب التصریف کا ترجمہ کریمونا ''Cremona'' کے جیرارڈ ''Gerard'' نے لاطینی زبان میں کیا اور اس کے متعدد ایڈیشن وینس میں ۱۴۹۷ء میں اور بیسل میں ۱۵۴۱ء میں شائع ہوئے۔ یہ ۱۷۷۸ء میں آکسفورڈ میں اصل عربی

متن کے ساتھ شائع ہوئی۔ اس ایڈیشن کا ایک نسخہ برٹش میوزیم میں اور ایک باڈلیین لائبریری میں موجود ہے۔ اس کا انگریزی ترجمہ ۱۹۶۱ء میں شائع ہوا، اور ایک فرانسیسی ترجمہ ۱۸۸۰ء میں ظہور پذیر ہوا۔ زہراوی کے اس شاہکار کی اہمیت صدیوں تک بطور جراحی کے دستور العمل کے سالیرنو "S a l e r n o a"، مانٹپیلر "Montpellier" اور یورپ کے دوسرے شروعاتی اسکولوں میں قائم رہی۔ عظیم یورپی مؤرخین اعتراف کرتے ہیں کہ فن جراحی میں یورپ اپنی ابتدائی ترقی کے لئے زہراوی کا مقروض ہے۔ ڈاکٹر جوزف ہیریس "Joseph Heres" نے ابو القاسم زہراوی کی شناخت بطور ایک ممتاز جراح کے کی ہے۔ ڈاکٹر ارنالڈ کیمپبل "Arnold Campbell" نے اپنی کتاب "Arabian Medicine" میں زہراوی پر ایک بڑا مقالہ تحریر کیا ہے جو مغرب میں اس نام کی اہمیت کا انکشاف کرتی ہے۔ انہوں نے عالم آشکارا کیا ہے کہ مغربی سائنسداں جیسے راجر بیکن (۱۲۱۴-۹۴ء) نے طب اور جراحی کا علم الزہراوی اور ابن رشد کی کتابوں سے حاصل کیا ہے۔

متعدد عربی الفاظ اور سائنسی اصطلاحات جو آج کل یورپی زبانوں میں مستعمل ہیں مسلمانوں کی جدید سائنس کے تئیں خدمات کی زندہ یادگاریں ہیں۔ علاوہ ازیں، ایشیا اور یورپ کی لائبریریوں میں کتابوں کی ایک بڑی تعداد، مختلف ملکوں کے عجائب خانوں میں محفوظ سائنسی آلات، صدیوں پیشتر تعمیر مساجد اور محلات بھی تاریخ عالم کے اس اہم مظہر کی واضح گواہی دیتی ہیں۔

آج کل کچھ یورپی زبانوں میں مستعمل کچھ عربی الفاظ اور اصطلاحات کا ذکر دلچسپ ہوگا۔ لاطینی، انگریزی اور فرانسیسی میں Ciphra، Cypher اور Chiffre کی اصطلاحات عربی لفظ "صفر" سے مشتق ہے (جس کے معنی خالی یا عدم کے ہیں)۔ صفر ایک گنتی ہوتی ہے جو دوسری گنتی کے داہنی جانب لکھی جاتی ہے جس سے اس کی قیمت دس گنا بڑھ جاتی ہے۔ سترہویں صدی کے خاتمہ تک لفظ "Chiffre" کا استعمال فرانسیسی میں اسی مفہوم کے لئے ہوتا تھا، لیکن آہستہ آہستہ یہ اعداد سے متعلق پورے موضوع یعنی علم الحساب کا نام پڑ گیا۔ انگریزی لفظ "Cypher" کا استعمال کسی خاص قسم کے صفر کے لئے ہوتا ہے"۔

(Islam And Evolution of Science, p.17-19)

تعجب کی بات ہے کہ اس اصل حقیقت کے باوجود جب ہم لفظ سائنس سنتے ہیں تو ہمارا دھیان یقینی طور پر مغرب کی طرف چلا جاتا ہے۔ اس کی دو وجوہات ہیں: ا۔ متعصب مؤرخین نے مسلمان سائنسدانوں کے بہت سے نام نظرانداز کردیئے ہیں۔ اگر ان میں سے کچھ کا تذکرہ کرتے بھی ہیں تو مسخ شدہ شکل میں۔ غیر مسلموں کی کیا بات کریں، پڑھے لکھے مسلمان بھی نہیں جانتے کہ بوعلی سینا، رازی اور جابر مسلمان تھے۔

یہی مناسب وقت ہے کہ ہم مسلم سائنسدانوں کی خدمات اور انکے کارناموں کو سامنے لائیں تاکہ ہماری نئی نسل ان کے کارنامے جان سکے اور سائنس کے ان پیشواؤں کی خدمات سے مستفید ہوسکے۔ یہ کتنی بدقسمتی کی بات ہے آج مسلمان تعلیم پر بہت کم توجہ دے رہے ہیں، جبکہ دوسرے لوگ ہمارے پیشرو سائنسدانوں کی خدمات اور کاموں سے مستفید ہورہے ہیں۔ وقت کی یہ ضرورت ہے کہ ہم اپنے بچوں کو اچھی تعلیم دیں اور انہیں اچھی صفات اور عمدہ معیار سے متصف کریں تبھی ہماری گزشتہ شان دوبارہ لوٹ سکتی ہے۔ علاوہ ازیں ایک نئے تمدن کی تشکیل کے لئے ہم اس پہلی وحی پر عمل کرسکتے ہیں جسے اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے آخری پیغمبر حضرت محمد ﷺ پر نازل کیا تھا۔ ارشاد خداوندی ہے:

"اے محمد! اپنے پروردگار کا نام لے کر پڑھو جس نے عالم کو پیدا کیا، جس نے انسان کو خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا، پڑھو اور تمہارا پروردگار بڑا کریم ہے، اس نے قلم کے ذریعہ سے علم سکھایا اور انسان کو وہ باتیں سکھائیں جن کا اس کو علم نہ تھا" (سورۃ العلق: ۵-۱)

TRP
(ٹارگیٹ ریٹنگ پوائنٹ)

سید محمد مکی حسنی ندوی

TRP (Target Rating Point) ہندوستان میں ٹی وی چینل کی مقبولیت کو ناپنے کا ایک پیمانہ ہے، اس کے ذریعہ اندازہ کیا جاتا ہے کہ ٹیلیویزن کے کس چینل کو اور اس پر نشر ہونے والے کس پروگرام کو کتنی تعداد میں دیکھا گیا، گویا اس کے ذریعہ چینل اور اس کے پروگرام کی مقبولیت کا تعین کیا جاتا ہے۔ اس اندازہ کی بنیاد پر ناظرین کی دلچسپی اور ان کے تقاضوں کو بخوبی سمجھا جاتا ہے، جس کا براہ راست فائدہ اشتہار دینے والی ایجنسیوں کو ہوتا ہے۔

TRP یعنی ناظرین کی شماریات کے لیے ایجنسیاں تین مختلف طریقے اختیار کرتی ہیں:

۱-عوامی میٹر (People's Meter)

کچھ ایجنسیاں عوامی میٹر کا استعمال کرتی ہیں، یہ ایک آلہ ہے جس کو "بارومیٹر" (Barometer) بھی کہتے ہیں، اس کو ناظرین کے گھروں کے ٹی وی میں نصب کیا جاتا ہے، پھر ایک فریکوینسی کے ذریعہ یہ پتہ لگایا جاتا ہے کہ کون سا چینل یا پروگرام کہاں اور کس تعداد میں دیکھا جا رہا ہے۔

۲-تصویروں کا ملانا (Picture Matching)

یہ بارومیٹر کی ترقی یافتہ شکل ہے، اس میں بارومیٹر وقت اور تعداد کے ساتھ پروگرام کے دوران کی تصویر کا ایک حصہ بھی محفوظ کر لیتا ہے۔

۳-صوتی آبی مارکہ (Audio Watermark)

ٹی وی پر نشر کرنے سے پہلے صوتی آبی مارکہ کو ویڈیو میں نصب (Embed) کر دیا جاتا ہے، پروگرام کے نشر کے دوران یہ بھی نشر ہوتا ہے، اس کا سننا انسان کے بس سے باہر ہوتا ہے، اس صوتی آبی مارکہ کی نشاندہی Barometer کے ذریعہ کی جاتی ہے۔

TRP کو ATS (Average Time Spent) یعنی منٹ (Minute) کے اعتبار سے شمار کیا جاتا ہے، یعنی اگر چینل (الف) کو تین ٹی وی پر دس-دس منٹ دیکھا جائے اور چینل (ب) کو چار ٹی وی پر پانچ-پانچ منٹ دیکھا جائے، تو چینل (الف) کی TRP زیادہ ہوگی، کیونکہ چینل (الف) کو تین ٹی وی پر دس-دس منٹ یعنی کل تیس منٹ دیکھا گیا، جب کہ چینل (ب) کو چار ٹی وی پر ضرور دیکھا گیا مگر اس کا دورانیہ کل بیس منٹ کا ہی رہا۔

TRP کو ناپنے کے لیے کئی ایجنسیاں ہیں، ان میں سے چند قابل ذکر ایجنسیاں یہ ہیں:

(1) DART-Doordarshan Audience Research Team
(2) INTAM-Indian National Television Audience Measurement
(3) TAM-Television Audience Measurement
(4) BARC-Broadcast Audience Research Council

موجودہ وقت میں نشریات کو دیکھنے کے لیے DTH (Direct to Home) Cable Network اور Internet وغیرہ کا استعمال کیا جاتا ہے، ان ذرائع سے قبل دوردرشن یا DART کا استعمال کیا جاتا تھا، اس وقت DART کی ذمہ داری تھی کہ لوگوں کے چینل اور پروگرام دیکھنے کے مزاج کو معلوم کرے اور مخصوص لوگوں کے ٹی وی میں آلہ لگانے کے ساتھ عوام کے درمیان جا کر بالمشافہ معلومات بھی حاصل کرے۔ لیکن جب اس میں دھوکہ اور فریب سے کام لیا جانے لگا تو اس کی بدعوانی کو ختم کرنے کے لیے INTAM کو تشکیل دیا گیا، اس نے بھی DART کی طرح کام کرنا

شروع کیا مگر اس کی پہنچ زیادہ ناظرین تک نہیں تھی، اس نقص کو دور کرنے کے لیے TAM کے نام سے ایک دوسری ایجنسی متحرک ہوئی، اس کا کام صرف سرکاری طور پر معلومات کا جمع کرنا تھا مگر TAM کی غیر امانت داری اور اجارہ داری کو کالعدم کرنے کے لیے امریکی کمپنی AC Neilson کی مدد سے aMap (Audience Measurement Analytics Limited) کا قیام ہوا، TAM کی ہفتہ واری رپورٹ کے برخلاف یہ ایجنسی روزانہ رپورٹ دیتی تھی۔

۲۰۱۴ء میں سرکار کی ہدایات اور رہنما اصول کی بنیاد پر صنعتی ادارے، اشتہاری ادارے اور میڈیا ایجنسیوں نے مل کر ایک آزاد ادارہ کا قیام کیا، اس کا نام BARC (Broadcast Audience Research Council) رکھا، یہ ادارہ ناظرین کی شماریات کی نگرانی کو پابندی، بھروسہ مندی اور باکمال انداز سے پیش کرتا رہا ہے، عالمی اعتبار سے یہ سب سے بڑا ناظرین کی شماریات کا ادارہ ہے، TRP معلومات (Data) کی فراہمی کے لیے اس ادارہ نے چوالیس ہزار گھروں کو نامزد کر کے ان کے ٹی وی میں آلہ نصب کیا ہے، ان کو Panel Households کہا جاتا ہے اور اب یہ تعداد پچاس ہزار کرنے کی طرف اقدامات جاری ہیں۔

یہ آلہ نصب کرنے کا کام BARC خود نہیں کرتا بلکہ ایک علیحدہ ایجنسی ہوتی ہے جس کو یہ کام دیا جاتا ہے، BARC کے لیے یہ کام Hansa Research Group کرتا ہے۔

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ جن گھروں میں یہ آلہ لگایا جاتا ہے ان کو مخفی رکھا جاتا ہے، اس کی خاص وجہ یہ ہوتی ہے کہ جن چینل یا پروگرام والوں کو اس کے متعلق معلوم ہو جائے گا، ان سے خدشہ ہوتا ہے کہ اپنی TRP بڑھانے کے لیے غلط راستے اختیار کریں۔

TRP کے نظام کو سمجھ لینے کے بعد یہ بھی سمجھنا ضروری ہے کہ اس میں نقائص کیا ہیں اور ان نقائص سے کس کو فائدہ تو کس کو نقصان ہو رہا ہے؟

کسی چینل کو جب زیادہ لوگ دیکھیں گے تو اس کی اہمیت یعنی TRP بڑھے گی اور اس اہمیت کے بڑھنے سے چینل یا پروگرام میں اشتہار کی قیمت اور شراکت داروں کی رقم لگانے کی دلچسپی بھی بڑھ جاتی ہے۔ اب حال یہ ہوا کہ جس اشتہار کی قیمت 10 Seconds کی چند ہزار تھی، وہ TRP کے بڑھنے سے لاکھوں تک پہنچ جاتی ہے۔ اس قیمت کے فرق کو پانے کے لیے پروگراموں اور چینلوں نے کوششیں شروع کیں، صحیح کوشش یہ ہوئی کہ ناظرین کے مزاج کا اعتبار کرتے ہوئے پروگرام پیش کئے گئے، مگر کچھ چینلوں نے فریب کا راستہ اختیار کیا تا کہ با آسانی ترقی مل سکے۔

اس فریب دہی کے لیے چند صورتیں اختیار کی گئیں:

۱-TRP میں فریب کی پہلی صورت یہ ہوئی کہ ٹی وی چینل یا پروگرام والوں نے BARC یا Hansa Group کے ملازم یا سابق جانکار ملازم کو رشوت دے کر نشاندہی کروائی کہ کس کس گھر میں یہ Barometer لگے ہیں، پھر ان گھر والوں کو یومیہ کے اعتبار سے کچھ رقم فراہم کی کہ وہ گھر والے خاص چینل یا پروگرام کو ٹی وی میں چلاتے رہیں تا کہ ان کی TRP بڑھے۔ ممبئی پولیس کی ایک رپورٹ کے مطابق انگریزی چینل ایسے گھروں میں مستقل دیکھا گیا جہاں کوئی انگریزی جاننے والا بھی نہیں تھا۔ اس بات کا شک خود BARC اور Hansa Group والوں کو ہوا اور انہوں نے پولس میں شکایت کی جس کی بنا پر کارروائی ہوئی۔

۲-دوسرا طریقہ یہ ہے کہ جب یہ معلوم ہو جائے کہ اس علاقہ میں Barometer والے گھر موجود ہیں تو Cable Network والوں کو رشوت دے کر اس بات پر آمادہ کر لیا کہ وہ مخصوص چینل کو زیادہ سے زیادہ چلنے دیں، اور مقابل والے چینل کو بند کر دیں یا ان کے خاص پروگرام کے دوران آواز یا تصویر بگاڑ دیں تا کہ وہ TRP میں پیچھے ہو جائیں۔

۳-۱۸-۲۰۱۷ء میں ریپبلک ٹی وی نے عجیب فریب کیا، اس نے Dual Logical Number یعنی ایک چینل کے دو مختلف 'چینل نمبر' کا استعمال کیا، مطلب ایک خاص چینل دو الگ الگ نمبر پر دکھائی دے، مثلاً: اگر خبروں کے چینل بدلیں تو یہ چینل دکھائی دے اور پھر کھیل کے چینل بدلیں تو یہ دکھائی دے۔ اس سے یہ ہوتا ہے کہ Barometer میں اس کے آثار آتے ہیں کہ اتنے لوگوں نے دیکھا اور اس سے TRP کے بڑھنے پر اثر پڑتا ہے۔

کچھ لوگوں نے یہ شکایت کی تھی کہ جب ٹی وی کھولتے ہیں تو ریپبلک ٹی وی Default چینل ہوتا ہے یعنی سب سے پہلے دکھائی دیتا ہے، تو مجبوراً کچھ دیر یہ چینل چل ہی جاتا ہے، اس سے TRP پر زبردست اثرات مرتب ہوئے۔

ریپبلک ٹی وی سے قبل بھی TRP فریب کاری ہو چکی ہے، ۲۰۱۲ء میں TAM کے میدانی کارندوں کے بارے میں مشہور تھا کہ وہ کوڈھائی سو سے پانچ سو ڈالر فی گھر دینے پر TRP بڑھانے میں مدد کرتے تھے۔ ۲۰۰۲ء میں بھی ایسے واقعات رونما ہوئے تھے کہ میٹر لگے ہوئے گھر والوں کو پریشر کو کریا ڈز سیٹ دے کر ٹی وی چلائے رکھنے کو کہا جاتا تھا۔

TRP فریب کاری سے نقصان یہ ہوا کہ ایک طرف اچھے چینلوں کو اشتہار کی مناسب قیمت نہیں ملتی کیونکہ TRP کی فہرست میں وہ چینل نیچے ہوتے ہیں جب کہ ان کے ناظرین زیادہ ہوتے ہیں اور دوسری طرف اشتہار والوں کا کچھ اس طرح استحصال ہوتا ہے کہ کم دیکھے جانے والے چینل کو یہ اشتہار والے زیادہ در (Rate) سے قیمت ادا کر رہے ہوتے ہیں۔

اشتہار والوں اور سرمایہ کاروں کو یہ بات سمجھنی ہوگی کہ TRP کا متبادل تلاش کریں، جس پر بھروسہ کر سکیں اور ان کو دھوکہ نہ ہو، ورنہ کم از کم مختلف سوشل میڈیا سائٹس پر مختلف چینلوں کے views، subscribers، web-clicks، app-downloads کی تحقیق کا سہارا لینا مناسب ہوگا!

گردش ایام

مولانا عزیز الحسن صدیقی

سقوط برلن کے بعد جب نامہ نگاروں نے روس کے حکمراں جوزف اسٹالن سے پوچھا کہ بہترین فوجوں، ساز وسامان اور قوم پرستی کے جذبہ سے سرشار ہٹلر کے زوال کا سبب کیا ہے تو اسٹالن نے نہایت مختصر سا جواب دیا کہ ہٹلر نہیں جانتا تھا کہ اس کو کہاں رکنا ہے۔

اسٹالن اب اس دنیا میں نہیں ہے، اگر ہوتا تو اس سے بھی پوچھا جاسکتا تھا کہ تمہارے ملک کے زوال کا سبب کیا ہے؟ ظاہر ہے وہ اپنے مظالم کا ذکر نہیں کرتا، بلکہ دوسروں پر الزام دھرتا یا سکوت اختیار کرتا، وہ ہرگز اعتراف نہ کرتا کہ میں نے ہی لاتعداد بے گناہوں کو سائبیریا کے جنگلوں میں دھکیل دیا تھا اور آہنی پردے کے پیچھے اپنے ملک کو چھپا رکھا تھا، کون واقف نہیں کہ اس کی زندگی میں تو سوویت روس اس کے منصوبات ومزعومات کے عین مطابق چلتا رہا لیکن اس کے بعد خروشچیوف کے زمانہ میں پروستوریکا کی تحریک کیا چلی کہ اس نے کمیونزم کے مرکز ہی میں کمیونزم کا تیا پانچہ کر کے رکھ دیا، سابق مسلم ریاستیں جن کو لینن نے دھوکہ دے کر سوویت روس میں شامل کر لیا تھا، ایک ایک کر کے علاحدہ ہو گئیں اور جس طرح برطانوی سامراج میں کبھی سورج غروب نہیں ہوتا تھا، وہ برطانیہ دوسری جنگ عظیم کے بعد چند جزیروں تک محدود ہو کر رہ گیا، اسی طور پر سوویت روس بھی سمٹ کر رہ گیا اور اس کو اپنی بداعمالیوں کی سزا مل کر رہی، اس نے مسلم ریاستوں کو ہی ہڑپ نہیں کیا تھا بلکہ مسلمانوں پر خواب وخور حرام کر رکھا تھا، مذہبی آزادی سلب کر لی تھی، مسجدوں پر تالے ڈال دیے تھے، کمیونزم کیا کریک ہوا کہ انسانوں نے سکون کی سانس لی۔

قانون قدرت اٹل ہے، وہ برابر اپنا کام کرتا رہتا ہے، کوئی حکمراں کچھ عرصہ تک تو اپنی من مانی کر سکتا ہے، عوام پر ظلم کر سکتا ہے، ان کے حقوق غصب کر سکتا ہے، لیکن قدرت کی گرفت سے بچ نہیں سکتا، اس کو ایک دن سزا مل کر رہے گی۔

مکی قبائل میں آپ ﷺ کے دعوتی اسفار

محمد ارمغان بدایونی ندوی

نبی اکرم ﷺ نے طائف کے حادثہ جانکاہ کے بعد بھی اپنی دعوتی سرگرمیاں بدستور جاری رکھیں اور جب قبیلہ قریش کی جانب سے خاطر خواہ نتائج کی امید نظر نہ آئی تو پھر دیگر قبائل عرب کا رخ فرمایا، اصحاب سیر کا بیان ہے کہ نبی ﷺ نے کوئی گھر اور دَر ایسا نہیں چھوڑا تھا جو نہ کھٹکھٹایا ہو، تاکہ حجت تمام ہو جائے، بخاری کی روایت ہے کہ جب قرآن کی آیت ﴿وَأَنذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ﴾ نازل ہوئی تو آپ ﷺ نے لوگوں کو قبیلہ قبیلہ دعوت اسلام دی۔

نبی ﷺ کی قبائل سے دعوتی ملاقاتوں کا مرکزی محور یہ باتیں ہوتی تھیں:

"اے بنی فلاں! بلاشبہ میں تمہاری جانب اللہ کا پیغمبر بنا کر بھیجا گیا ہوں، میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ تم اسی کی پرستش کرو اور اس کے ساتھ ذرہ برابر بھی کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ، نیز اس کے علاوہ جس کسی کو بھی پوجتے ہو، اس سے قطع تعلق کر لو اور مجھ پر ایمان لے آؤ اور میری تصدیق کرو اور مجھے وہ حصار بھی عطا کرو جس کی بنیاد پر میں اللہ کے پیغام کو لوگوں کے درمیان واضح کر سکوں، جو میری بعثت کا مقصد ہے۔" (مسند أحمد:۱۶۴۴۸)

عکاظ، مجنہ اور ذو المجاز کے دعوتی اسفار

عکاظ، مجنہ اور ذوالمجاز عرب کے تین بڑے تاریخی میلے ہیں، جن کا انتظام وانصرام قبیلہ ہوازن اور عدوان کے ذمہ ہوتا تھا، ان میلوں میں مختلف قبائل کے لوگ دور دور سے شریک ہوتے تھے، یہ میلے ایام حج میں لگتے تھے، جن میں تجار اپنا سامان تجارت فروخت کرتے تھے اور اصحاب ذوق وسخن اپنا کلام پیش کرتے تھے، جس پر خداوندان ذوق وسخن اپنا فیصلہ بھی سناتے تھے اور اس طرح ملک عرب سے باہر دور دور تک ان شعراء کا شہرہ بلند ہو جاتا تھا، گویا یہ میلے اپنی آواز کو عام کرنے اور اپنے پیغام سے مانوس کرنے کا ایک بڑا اور مؤثر ذریعہ ثابت ہوتے تھے۔

نبی ﷺ ایام حج میں ان میلوں کو غنیمت سمجھتے اور عموماً ان مقامات کا پیادہ پا سفر طے کرتے، حتی کہ بھوک اور دیگر انسانی تقاضوں کو بھی خاطر میں نہ لاتے اور راہ میں پیش آنے والی سخت ترین مشکلات کو بھی مسکرا کر برداشت فرما لیتے تھے۔

آنحضرت ﷺ کا مشن یہ تھا کہ ان میلوں میں حاضر ہونے والے تمام قبائل کو دعوت اسلام دیتے تھے اور ان کی کڑوی کسیلی باتوں پر صبر وتحمل سے کام لیتے تھے۔ اس موقع پر آپ ﷺ کا طرز دعوت اجتماعی اور انفرادی دونوں ہوتا تھا اور مخالفت بھی اجتماعی اور انفرادی دونوں طریق سے سہنی پڑتی تھی۔

مکی دور میں حضور اکرم ﷺ موسم حج کے موقع پر ان میلوں میں حاضر ہوتے اور اجتماعی طور پر لوگوں سے یوں مخاطب ہوتے:

"مجھے کون پناہ دے گا اور کون میری مدد کرے گا، حتی کہ میں اپنے پروردگار کے پیغامات کو پہنچاؤں، ایسے شخص کے لیے جنت کا پروانہ ہے۔" (أخبار مكة للأزرقي:۲/۲۰۶)

نبی ﷺ کی ان گہاروں کا کوئی خاطر خواہ نتیجہ برآمد نہ ہوا، بلکہ طرفہ تماشا یہ ضرور ہوا کہ بسا اوقات اس قبیل کی پھبتیاں سننے میں آئیں، مثلاً: "قریش کے اس جواں سال سے چوکنا رہنا، کہیں یہ تمہیں فتنہ میں نہ ڈال دے، وہ انہی لوگوں کے درمیان چلتا پھرتا رہتا ہے، وہ لوگوں کو اللہ کی طرف دعوت دیتا ہے، لوگ آپ (ﷺ) کی جانب اپنی انگلیوں سے اشارہ کر رہے ہوتے تھے۔" (أیضاً)

حضرت علیؓ کہتے ہیں بعض قبائل نے یہاں تک کہنا شروع کر دیا تھا کہ کیا تم ابھی تک ہم سے مایوس نہیں ہوئے ہو؟ مگر آپ (ﷺ) نے اپنی جہد مسلسل جاری رکھی، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بالآخر ایک روز موسم حج میں چھ بابرکت نفوس پر آپ (ﷺ) کی نگاہ پڑی جو یثرب سے تھے، انہوں نے آپ کی بات پر لبیک کہا اور حلقہ بگوش اسلام ہو گئے، پھر یہ سلسلہ بڑھتا گیا اور دن بدن اسلام کا سورج چمکتا ہی چلا گیا، حتی کہ رفتہ رفتہ پوری دنیا میں اسلام کا علم لہرایا۔

دنیا کی محبت

مسلمانوں کے زوال کا ایک بنیادی سبب

محمد نفیس خاں ندوی

مسلمانوں کے زوال کا ایک اہم اور بنیادی سبب دنیا کی محبت ہے، اللہ کے رسول (ﷺ) نے ارشاد فرمایا تھا:

"واللہ ما الفقر أخشی علیکم ولکني أخشی أن تبسط علیکم الدنیا، کما بسطت علی من کان قبلکم، فتنافسوھا کما تنافسوھا، وتھلککم کما أھلکتھم."

(بخدا مجھے تمہارے متعلق فقر افلاس سے اندیشہ نہیں لیکن میں ڈرتا ہوں کہ دنیا تم پر کشادہ ہوجائے جس طرح تم سے پہلے دوسری قوموں کے لیے کشادہ ہوئی تھی اور تم اس میں ایک دوسرے سے بازی لے جانا چاہو اور اسی طرح ہلاک ہوجاؤ جس طرح تم سے پہلے کی قومیں ہلاک ہوئیں)

مسلمان جب میدان میں آئے تو انھوں نے دنیا کی رہنمائی کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لے لی اور اس منصب پر قابض بیمار قوموں کو معزول کردیا، وہ دنیا کی زندگی کو نہ لعنت کا طوق سمجھتے تھے اور نہ عیش وعشرت کی آخری فرصت، اسی طرح وہ اس زندگی کو نہ کسی سابق گناہ کی سزا مانتے تھے اور نہ دنیا کو خوانِ یغما گردانتے تھے، بلکہ ان کا اعتقاد تھا کہ یہ زندگی اللہ کی ایک نعمت اور یہ دنیا اسی کی مملکت اور اس دنیا میں وہ خدا کے نائب اور اس کے خلیفہ ہیں، انھیں دنیا کی قوموں اور انسانی گروہوں پر نگراں اور اتالیق مقرر کیا گیا ہے، ان کی ذمہ داری ہے کہ راہ راست سے منحرف ہونے والوں کو وہ صراط مستقیم پر لائیں، کجی کو دور کریں، رختوں کو بھرتے رہیں، کمزور کو طاقتور سے اس کا حق دلائیں، ظالم کو ظلم کرنے سے روکیں، لوگوں میں اعتدال پیدا کرکے خدا کی زمین میں امن وانصاف قائم کریں، اس طرح دنیا کے لیے ان سے بہتر محافظ ونگراں اور انسانوں کا ان سے بڑھ کر خیر خواہ کوئی اور نہ تھا۔

لیکن مسلمانوں کے عروج کا ابھی زیادہ عرصہ بھی نہ گذرا تھا کہ ان کے اندرونی حالات میں تبدیلی کا سلسلہ شروع ہوا، وہ اس عظیم مقصد کو فراموش کر بیٹھے جس کے لیے اللہ نے بہت سی قوموں کی موجودگی میں ان کا انتخاب کیا تھا یعنی امر بالمعروف ونہی عن المنکر۔ وہ اپنے جزیرہ سے یہ مقصد لے کر اٹھے تھے کہ لوگوں کو انسانوں کی خدائی سے نکال کر خدائے واحد کا پرستار بنائیں گے جلد ہی اس مقصد کو انھوں نے فراموش کردیا، وہ لوگوں پر الٰہی قوانین کے بجائے اپنے وضع کیے ہوئے قانون نافذ کرنے لگے، وہ ان جاہل قوموں کے مشابہ ہوگئے جن سے وہ کل تک جنگ کررہے تھے، ان کے پیش نظر کوئی اعلیٰ اور صحیح مقصد باقی نہ رہا، ان کی تگ ودو اور جد وجہد دنیا کے تعیشات اور لذیذ کھانے پینے تک محدود ہوکر رہ گئی۔

خلفائے راشدین نے دنیا کی محبت کو اپنے قدموں تلے روند دیا تھا، وہ دنیا کی ہر اس چیز سے اپنے دامن کو بچاتے جو انھیں ذکر خدا سے غافل کرتی، خلافت کی عظیم ذمہ داری سنبھالنے کے بعد ضروریات زندگی کے لیے کسب معاش دشوار ہوا تو عام مسلمانوں کے اصرار پر وہ بیت المال سے اپنی ضرورت کے بقدر وظیفہ پر راضی ہوئے لیکن اس کی بھی جوابدہی کا احساس انھیں لرزاں رکھتا، دنیا ان کے قدموں میں بچھی جاتی اور وہ اپنے قدموں کو سمیٹتے جاتے۔

حضرت علی (کرم اللہ وجہہ) دنیا کو اس طرح مخاطب کرتے تھے:

"یا دنیا! أبی تعرضت أم لي تشوفت؟ ھیھات

هيهات! غري غيري! قد بتتك ثلاثا لا رجعة لي فيك! فعمرك قصير وعيشك حقير وخطرك كبير! آه من قلة الزاد وبعد السفر ووحشة الطريق!"

(اے دنیا! تو مجھ سے اٹکھیلیاں کرتی ہے یا میرے لیے بنتی سنورتی ہے؟ ہٹ جا مجھ سے دور ہوجا! جاکسی اور کو دھوکہ دے، میں نے تو تجھے تین طلاقیں دے دی ہیں' اب رجوع کی کوئی گنجائش نہیں، تیری عمر بہت مختصر، تیرا عیش بہت حقیر اور تیرے خطرات بہت سنگین ہیں۔ آہ! کتنا مختصر سا توشہ، کتنا لمبا سفر اور راستہ کتنا ہی پر خطر ہے؟!)

دھتکاری اور ٹھکرائی ہوئی اس دنیا کو اموی شاہوں نے اپنے گلے سے لگالیا، بلکہ اس کے قدموں میں جاگرے، اس کی محبت میں ان شاہوں نے اقدار کی ساری حدیں پار کردیں، بیت المال بادشاہ کی ملکیت اور خاندان کی جاگیر بن گیا، پیشہ ور شعراء، خوشامدی درباریوں اور آبرو باختہ مصاحبین کا ایک طبقہ پیدا ہوگیا جس پر مسلمانوں کی دولت بے دریغ صرف ہونے لگی، گانے بجانے کی محفلیں سجتیں، شراب وشباب کے دور چلتے، اخلاقیات کی دھجیاں اڑائی جاتیں اور یہ سب خود شاہوں کے دربار میں ان کی نگرانی میں ہوتا۔

صاحب اغانی نے اموی عہد کے مشہور شاعر اخطل (م ۹۵ھ) کے سلسلہ میں لکھا ہے کہ وہ خلیفہ عبدالملک بن مروان کی مجلس میں اس شان سے آتا کہ گلے میں سونے کی صلیب ہوتی، اور داڑھی کے بالوں سے شراب کے قطرے ٹپک رہے ہوتے اور کوئی اس کو ٹوکنے والا نہ ہوتا:

"......في عنقه سلسلة ذهب فيها صليب ذهب تنقض لحيته خمرا حتى يدخل على عبد الملك بن مروان بغير اذن."

حکومت کی غلط روی اور اہل حکومت کی دنیا پرستی سے پوری سوسائٹی متاثر تھی، مترفین کا ایک طبقہ پیدا ہوگیا تھا جس کے اخلاق قدیم مترفین سے ملتے جلتے تھے، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ زخم خوردہ جاہلیت اپنے حریف فاتح سے انتقام لینے پر تلی ہوئی ہے اور چالیس برس کا حساب چٹکیوں میں پورا کرنا چاہتی ہے، معاشرہ میں پھیلتی بدعنوانی اور عیش وطرب کی دیوانگی کس حد تک پہنچی ہوئی تھی اس کا اندازہ اس واقعہ سے کیا جاسکتا ہے کہ ایک مرتبہ عراق کا مشہور مغنی حنین اپنے ہم پیشہ لوگوں کی دعوت پر مدینہ منورہ آیا اور ایک مکان میں اپنے فن کا مظاہرہ کیا، شیدائیوں کا اس قدر ہجوم تھا کہ چھت بیٹھ گئی اور خود حنین اس میں دب کر مرگیا:

"وكان من أحسن الناس صوتا فازدحم الناس على السطح وكثروا ليسمعوه فسقط الرواق على من تحته فسلموا جميعا، وأخرجوا أصحاء ومات الحنين تحت الهدم."

خلافت عباسیہ' خلافت امویہ کی پوری طرح جانشین تھی، وہی دنیاداری کی روح، وہی عیش وعشرت کی گرم بازاری اور بیت المال میں وہی آزادانہ تصرف۔

ابن خلدون کے اندازہ کے مطابق ہارون رشید کے زمانہ میں عہد عباسی کی سالانہ آمدنی سات ہزار پانچ سو قنطار (یعنی اکتیس کروڑ پچاس لاکھ روپے) سے زیادہ تھی، مامون کے زمانہ میں اس میں کافی اضافہ ہوا، اس کثیر آمدنی میں سب سے بڑی سلطنت کا پایہ تخت ہونے کی وجہ سے ساری دنیا کا سامانِ عیش وعشرت سمٹ کر بغداد میں آگیا تھا۔ اہل فن واہل کمال، صناع ومغنی، غلام و باندیاں، مصاحب وشاعر سب کے سب بغداد کی اور کھنچے چلے آتے تھے۔ دولت کی بہتات مال کی بے وقعتی اور اس کے تعیش کا اندازہ کرنے کے لیے مامون کی شادی کا حال پڑھنا کافی ہے۔ مؤرخ لکھتا ہے:

''مامون مع خاندان شاہی وارکان دولت وکل فوج وتمام افسران ملکی وخدام' حسن بن سہل (وزیر اعظم جس کی لڑکی سے مامون کی شادی ہورہی تھی) کا مہمان ہوا اور برابر انیس دن تک اس عظیم الشان بارات کی ایسی فیاضانہ حوصلہ سے مہمان داری کی گئی کہ ادنیٰ

سے ادنی آدمی نے بھی چند روز کے لیے امیرانہ زندگی بسر کرلی، خاندان ہاشم وافسران فوج اور تمام عہدیداران سلطنت پر مشک و عنبر کی ہزاروں گولیاں نثار کی گئیں جن پر کاغذ لپٹے ہوئے تھے اور ہر کاغذ پر نقد، لونڈی، غلام، املاک، خلعت، اسپ خاصہ، جاگیر وغیرہ کی ایک خاص تعداد لکھی ہوئی تھی، نثار کی عام لوٹ میں یہ فیاضانہ حکم تھا کہ جس کے حصہ میں جو گولی آئے اس میں جو کچھ لکھا ہوا سی وقت وکیل المخزن سے دلا دیا جائے، عام آدمیوں پر مشک وعنبر کی گولیاں اور درہم ودینار نثار کیے گئے، مامون کے لیے ایک نہایت مکلّف فرش بچھایا گیا، جو سونے کے تاروں سے بنایا گیا تھا اور گوہر ویاقوت سے مرصع تھا، مامون جب اس پر جلوہ افروز ہوا تو بیش قیمت موتی اس پر نثار کیے گئے جو زریں فرش پر بکھر کر نہایت دل آویز سماں دکھاتے تھے۔"

990ء میں عثمانی خلیفہ سلطان مراد بن سلیم نے اپنے بیٹے سلطان محمد کی رسم ختنہ پر ایک جشن کا اہتمام کیا، ایسے جشن کی مثال کسی بھی خلیفہ اور بادشاہ کے زمانہ میں نہیں ملتی، وسیع پیانہ پر دعوتوں، شادیانوں اور لہو وطرب کا اہتمام ہوا، 45 روز تک برابر لوگ طرح طرح کے کھانے کھاتے رہے اور داد عیش دیتے رہے۔ سلطان کھلے ہاتھوں لوگوں میں درہم ودینار تقسیم کرتا رہا، اس جشن میں سرکاری خزانہ کے بے دریغ اسراف کا تذکرہ مؤرخ اس طرح کرتا ہے:

"أنـه جـعـل صـوانـي صـغـاراً من ذهـب وفـضـة وملأ الـذهـب بـالـفـضـة والـفـضـة بـالذهـب وألقى ذلك لأرباب الملاهي وغيرهم من طالبي الاحسان."

(سونے اور چاندی کی چھوٹی چھوٹی پلیٹیں تھیں جنھیں سونے اور چاندی سے بھر کر لوگوں میں تقسیم کیا جاتا رہا، سونے کی پلیٹ میں چاندی بھری جاتی اور چاندی کی پلیٹ میں سونا بھرا جاتا، یہ سب انعام واکرام تھا ان لوگوں پر جو گانے بجانے والے، رقص وسرور کی محفلیں برپا کرنے والے تھے اور داد ودہش کے طالب تھے)

الغرض مسلم معاشرہ میں تفریحات اور لہو ولعب کی گرم بازاری، لذت اندوزی اور نفس پروری کا غلبہ ہوا اور دنیا کی زندگی اور اس کی لذتوں کی ہوس بڑھتی گئی، اس اخلاقی تنزل اور تفریحی انہماک کے ساتھ کسی قوم کا منصب قیادت پر باقی رہنا ممکن نہیں۔ بالآخر دنیا کی قوموں میں ان کا کوئی امتیاز اور خصوصیت باقی نہ رہی، اپنے ہم جنسوں کی طرح وہ بھی انسانوں کا ایک گلہ ہو کر رہ گئے، دنیا طلبی، عیش پسندی، ظلم وبے انصافی، اسراف وتبذیر اور فواحش و منکرات وغیرہ جرائم میں وہ دوسری قوموں سے بھی سبقت لے گئے، پھر خدائی نظام بھی نافذ ہوا اور ان پر غضب الٰہی کا نزول ہوا، باوجود اس کے کہ ان کے ملکوں میں بعض دینی شعائر کا رواج تھا، ان کے ناموں میں اسلامیت کا رنگ تھا' وہ خدا کی نظروں میں حقیر ہوگئے اور اپنی وسیع وعریض سلطنت، لاتعداد افواج، بیشمار خزانوں اور اپنی شاندار تہذیب کے باوجود وہ لوگوں کی نگاہ میں بے وقعت ہوگئے، دلوں سے ان کی عظمت وہیبت جاتی رہی اور ظالم ومشرک قومیں ان پر حاوی ہوتی چلی گئیں۔ اس طرح نبی کریم (ﷺ) کی یہ پیشین گوئی صحیح ثابت ہوئی:

"يـوشك أن تـداعـى عليكم الأمم كما تداعى الأكلة الـى قصعتها. قالوا: أمن قلة نحن يومئذ يا رسول الله؟ قال: بـل أنـتـم يـومئذ كثير، ولكنكم غثاء كغثاء السيل، ولينزعن الله مهـابـة مـن صدور أعدائكم وليقذفن في قلبكم الوهن. قالوا: وماالوهن ؟ قال: حب الدنيا و كراهية الموت."

(جلد ہی ایک وقت آئے گا جب قومیں تم پر اس طرح یورش کریں گی جس طرح بھوکے کھانے پر ٹوٹتے ہیں۔ صحابہؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا اس وقت ہماری تعداد کم ہوگی؟ فرمایا: نہیں، اس وقت تمہاری تعداد تو بہت ہوگی لیکن تم خس وخاشاک کی طرح ہوگے، اللہ تعالیٰ تمہارے دشمنوں کے دلوں سے تمہارا رعب اٹھا لے گا اور تمہارے اندر "وہن" آچکا ہوگا۔ صحابہؓ نے دریافت کیا: وہن کیا چیز ہے؟ آپ (ﷺ) نے فرمایا: دنیا سے محبت اور موت سے کراہت)

رمضان المبارک
فضائل اور مسائل

مفتی راشد حسین ندوی

رمضان کے روزوں کا رکھنا مسلمانوں پر فرض ہے، یہ اسلام کے پانچ ارکان میں سے ایک ہے، قرآن مجید میں رمضان المبارک کے روزوں کا حکم دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾(البقرة: ۱۸۳) (اے ایمان والو! تم پر روزہ فرض کیا گیا، جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیا گیا تھا تا کہ تم پرہیز گار ہو جاؤ)

آگے مزید فرمایا:﴿فَمَن شَهِدَ مِنكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ﴾(البقرة: ۱۸۵) (پس جو پائے تم میں سے رمضان کا مہینہ تو وہ اس میں ضرور روزہ رکھے)

صوم رمضان کی فضیلت:

رمضان المبارک بہت ہی بابرکت مہینہ ہے، اس کی فضیلت خود قرآن مجید میں بیان کی گئی اور فرمایا گیا کہ رمضان کا مہینہ وہ بابرکت مہینہ ہے جس میں قرآن مجید نازل کیا گیا:﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ﴾(البقرة: ۱۸۵) احادیث میں رمضان اور اس کے روزوں کے بے شمار فضائل بیان کیے گئے ہیں، بطور نمونہ ذیل میں چند احادیث درج کی جاتی ہیں:

۱-حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: جب رمضان کا مہینہ آتا ہے تو جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں، جہنم کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں اور شیاطین کو قید کر دیا جاتا ہے۔(متفق علیہ)

۲-حضرت سہل بن سعدؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: جنت کے آٹھ دروازے ہیں، اس میں سے ایک دروازے کا نام "باب الریان" (سیرابی کا دروازہ) ہے، اس سے صرف روزہ دار داخل ہوں گے۔(متفق علیہ)

۳-حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: جو شخص ایمان رکھتے ہوئے اور ثواب کی امید رکھتے ہوئے رمضان کے روزے رکھتا ہے اس کے گزشتہ گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔(متفق علیہ)

۴-حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ابن آدم کی ہر نیکی کا دس گنا سے سات سو گنا زیادہ تک ثواب دیا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: سوائے روزے کے، اس لیے کہ وہ میرے لیے ہے اور اس کا ثواب میں خود دوں گا، بندہ اپنی شہوت اور کھانا پینا صرف میرے لیے چھوڑ دیتا ہے، روزہ دار کے لیے دو خوشیاں مقرر ہیں، ایک خوشی افطار کے وقت ملتی ہے اور دوسری اپنے پروردگار کے دیدار کے وقت حاصل ہوگی اور روزہ دار کے منھ کی بو اللہ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے زیادہ پاکیزہ اور پسندیدہ ہوتی ہے اور روزہ (گناہوں سے بچاؤ کے لیے) ڈھال ہے اور جب تم میں سے کسی کا روزہ ہو تو بری بات زبان سے نہ نکالے، نہ شور مچائے اور اگر کوئی اس سے گالی گلوچ اور جھگڑا کرے تو اسے کہنا چاہیے کہ میں روزہ سے ہوں۔(متفق علیہ)

اب ہم ذیل میں روزے کے چند اہم مسائل کا ذکر کر رہے ہیں

روزہ رکھنا کس پر واجب ہوتا ہے:

روزہ دوسرے احکام کی طرح عاقل بالغ مسلمان پر فرض ہوتا

ہے، چنانچہ کافر مجنون اور نابالغ پر روزہ فرض نہیں ہے اوران لوگوں پر ادائیگی تبھی فرض ہوتی ہے جب وہ صحت مند ہوں، ایسے بیمار نہ ہوں کہ ادا نہ کر سکتے ہوں نیز مقیم ہوں، چنانچہ مریض اور مسافر پر اسی وقت روزہ رکھنا فرض نہیں ہے، البتہ بعد میں اس کی قضاء کرنا یا فدیہ دینا (اخیر تک عذر قائم رہنے پر) واجب ہوگا، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿فَمَن كَانَ مِنكُم مَّرِيضاً أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِينٍ﴾ (پھر تم میں جو مریض ہو یا وہ سفر پر ہو تو وہ دوسرے دنوں سے گنتی (پوری) کرے اور جن لوگوں کے لیے اس کا بوجھ مشکل ہو جائے، ان پر ایک مسکین کا کھانا فدیہ ہے) (ہندیہ:۱/۱۹۵، فتح القدیر:۲/۲۴۴)

اور روزہ رکھنا تبھی صحیح ہوتا ہے جب نیت کے ساتھ رکھا جائے اور عورت حیض ونفاس سے پاک ہو، اگر دن بھر روزہ توڑنے والی کوئی چیز پیش نہیں آئی، بعد میں خیال آیا کہ لاؤ اس میں روزہ کی نیت کرلیں تو یہ روزہ کسی بھی اعتبار سے صحیح نہیں ہوگا۔ (حوالہ بالا)

بچہ کو روزہ کا حکم کب دیا جائے:

اوپر بیان کیا جاچکا ہے کہ روزہ بالغ پر فرض ہوتا ہے، نابالغ پر فرض نہیں ہوتا، لیکن بچہ کو روزے کا عادی بنانے کے لیے بلوغ سے پہلے ہی روزے کا حکم دینا چاہیے، چنانچہ سات سال مکمل ہونے کے بعد اور دس سال سے پہلے اگر بچہ روزہ رکھنے کی طاقت رکھتا ہو تو اس کو روزے کی ترغیب دینی چاہیے، پھر جب دس سال کا ہو جائے اور روزہ رکھ سکتا ہو تو خصوصی تاکید کی جائے تاکہ بلوغ سے پہلے ہی مکمل روزہ رکھنے کی اس میں ہمت پیدا ہو جائے، جب تک بالغ نہیں ہو جاتا اگر وہ پورے مہینے کے روزے نہیں رکھ پا رہا ہے تو جتنے دن کے روزے رکھنے کی طاقت ہو، اتنے ہی روزے رکھنے دیا جائے۔

(ہندیہ:۱/۲۱۴، شامی:۲/۱۱۷)

روزے کی نیت کرنا ضروری ہے:

روزہ صحیح ہونے کے لیے نیت کرنا شرط ہے، بغیر نیت کے روزہ صحیح نہیں ہوگا، لیکن نیت کے لیے زبان سے تلفظ کرنا یا عربی فارسی میں نیت کرنا ضروری نہیں ہے، نیت اس کو کہتے ہیں کہ دل میں روزہ کا ارادہ ہو، اسی لیے فقہاء لکھتے ہیں کہ روزہ کے لیے سحری کھالینا بھی نیت کے قائم مقام ہوتا ہے، البتہ زبان سے بھی ادائیگی کرلے کہ روزہ رکھوں گا تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، بلکہ فقہاء نے اس کو سنت قرار دیا ہے۔ (ہندیہ:۱/۱۹۵)

اس لیے کہ مسلم شریف میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ ایک دن میرے پاس آئے اور فرمایا کہ کیا تم لوگوں کے پاس (کھانے کے لیے) کچھ ہے، تو میں نے کہا: نہیں ہے، تو آپ ﷺ نے فرمایا: "فانی صائم" (تب تو میں روزے سے ہوں)

رمضان کے روزوں کے لیے ہر دن کے روزہ کے لیے الگ سے نیت کرنا ضروری ہوتا ہے اور نیت کا وقت سورج ڈوبنے کے بعد سے شروع ہوتا ہے اور نفل روزوں، نذر معین اور رمضان کے روزوں میں نصف نہار شرعی تک رہتا ہے، نصف نہار شرعی کا مطلب یہ ہے کہ طلوع فجر سے غروب شمس کے درمیانی وقت سے پہلے پہلے نیت کرلے تو اگر پہلے روزہ رکھنے کی نیت نہیں تھی، لیکن روزہ توڑ دینے والی کوئی چیز نہیں کی اور نصف نہار (جو کہ زوال سے ڈیڑھ دو گھنٹہ پہلے ہوتا ہے اور جس کو ضحوہ کبریٰ بھی کہا جاتا ہے) سے پہلے روزہ کی نیت کرلی تو روزہ صحیح ہو جائے گا، اس کے بعد نیت کی روزہ صحیح نہیں ہوگا، خواہ کچھ بھی نہ کھایا پیا ہو۔

(ہندیہ:۱/۱۵، شامی:۲/۹۲، ہدایہ مع الفتح:۲/۲۳۷)

ان تین چیزوں کے علاوہ بقیہ کسی روزے کے لیے طلوع فجر سے پہلے پہلے نیت کرنا ضروری ہے، جیسے قضاء، کفارہ یا نذر غیر معین وغیرہ کے روزے۔ (ہندیہ:۱/۱۶، شامی:۲/۹۵)

سحری کی فضیلت:

سحری کھانے کی احادیث میں بڑی فضیلت وارد ہوئی ہے

اس سے روزہ رکھنے میں بڑی مدد ملتی ہے اور بدن کمزور نہیں ہونے پاتا، چنانچہ حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سحری کھایا کرو، اس لیے کہ سحری کھانے سے برکت ہوتی ہے۔ (متفق علیہ)

ایک دوسری حدیث میں فرمایا کہ ہمارے اور اہل کتاب کے روزوں میں سحری کھانے سے امتیاز قائم ہوتا ہے۔ (مسلم)

انہی احادیث کی روشنی میں فقہاء نے سحری کھانے کو سنت و مستحب قرار دیا ہے اور سحری کھانے کا وقت آخری رات یعنی رات کا آخری چھٹا حصہ ہے، یعنی طلوع فجر سے کچھ پہلے پہلے سحری کھائی جائے، لیکن اتنی بھی تاخیر نہ کرنا چاہیے کہ روزہ مشکوک ہو جائے، اگر سحری کے اوقات کے سلسلہ میں جنتریوں میں اختلاف ہو تو احتیاط اس میں ہے کہ سحری اس جنتری کے اعتبار سے کھائے جس میں وقت پہلے ختم ہو جاتا ہو اور فجر کی اذان اس جنتری کے اعتبار سے دی جائے جس میں وقت بعد میں ختم ہو رہا ہو، خیال رہے کہ دہلی کے انس صاحب نے کمپیوٹر کی مدد سے جس دائمی جنتری کو تیار کیا ہے، علمائے عصر نے اس پر اعتماد کا اظہار کیا ہے۔

سحری کھانا مسنون ہے لیکن اگر کوئی کھائے بغیر روزہ رکھے تو اس کا روزہ صحیح ہو جائے گا، لیکن ظاہر ہے کہ وہ سحری کی برکتوں سے محروم رہے گا۔ (بدائع: ۲/۲۶۶)

افطار کے احکام:

افطار میں جلدی کرنا افضل ہے اور مستحب یہ ہے کہ افطار نماز سے پہلے کیا جائے۔ (ہندیہ: ۱/۲۰۰)

چنانچہ حضرت سہلؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: لوگ جب تک افطار میں جلدی کرتے رہیں گے خیر کے ساتھ رہیں گے۔ (بخاری و مسلم)

اور حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: میرے بندوں میں مجھے سب سے زیادہ پسندیدہ افطار میں عجلت کرنے والا ہے۔ (ترمذی)

لہٰذا بلا وجہ افطار میں تاخیر کرنا مکروہ ہے اور عجلت کرنے کا مطلب یہ ہے کہ یقینی طور پر سورج کا غروب ہو جانا معلوم ہو جائے۔ (شامی: ۲/۱۴۴)

مسنون یہ ہے کہ اگر کھجور میسر ہو تو کھجور سے افطار کیا جائے، جدید تحقیق سے معلوم ہوا ہے کہ افطار کے وقت کھجور کا استعمال طبی طور پر بھی صحت کے لیے مفید ہوتا ہے اور کھجور میسر نہ ہو تو پانی سے افطار کرنا مستحب ہوگا، چنانچہ حضرت سلمان بن عامرؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی افطار کرے تو کھجور سے کرے، اس لیے کہ اس میں برکت ہے اور اگر کھجور نہ ملے تو پانی سے افطار کرے، اس لیے کہ وہ پاک کر دینے والا ہے۔ (ترمذی، ابوداؤد، مسند احمد)

احادیث میں افطار کے وقت دو دعائیں منقول ہیں، ایک کے راوی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ہیں، فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ جب افطار کرتے تھے تو یہ دعا پڑھتے تھے:

"ذَهَبَ الظَّمَأُ وَابْتَلَّتِ الْعُرُوْقُ وَثَبَتَ الْأَجْرُ اِنْ شَاءَ اللّٰہُ" (پیاس جاتی رہی، رگیں تر ہو گئیں اور اگر اللہ نے چاہا تو ثواب ثابت ہو گیا ہے) (ابوداؤد)

ابوداؤد ہی کی دوسری مرسل روایت میں حضرت معاذ بن زہرہ رضی اللہ عنہ سے دوسری دعا بھی منقول ہے کہ آنحضرت ﷺ افطار کے وقت فرماتے تھے: "اَللّٰهُمَّ لَكَ صُمْتُ، وَعَلٰى رِزْقِكَ أَفْطَرْتُ" (یا اللہ میں نے آپ کے لیے روزہ رکھا اور آپ کی روزی سے افطار کیا)

یہ دوسری دعا فقہی کتابوں میں کچھ اضافہ کے ساتھ منقول ہے

جو عورت صبح صادق کے بعد پاک ہوئی:

اگر عورت صبح صادق کے بعد پاک ہوئی تو وہ اس دن کا روزہ نہیں رکھ سکتی، بعد میں قضا کرے، لیکن پاک ہونے کے بعد ضروری

ہے کہ کھانے پینے سے احتراز کرے اور اگر صبح صادق سے پہلے پاک ہوئی تو اگر دس دن کے بعد پاک ہوئی ہے تو اس دن کا روزہ ہر حالت میں رکھے گی، غسل کا موقع صبح صادق سے پہلے ملے یا نہ ملے اور اگر دس دن سے کم میں پاک ہوئی ہے تو یہ دیکھا جائے گا کہ صبح صادق سے پہلے غسل کرنے کے بقدر وقت تھا یا نہیں، اگر اتنا وقت رہا تو روزہ رکھے گی، خواہ عملاً غسل نہ کرے ورنہ نہیں۔(ہندیہ:۱/۲۰۷)

کن حالتوں میں روزہ نہیں رکھا جاسکتا:

پیچھے گذر چکا ہے کہ حیض ونفاس سے پاک ہونا روزہ صحیح ہونے کے لیے شرط ہے، لہٰذا حیض ونفاس والی عورت کو روزہ رکھنے سے روک دیا گیا ہے، اگر وہ روزہ رکھے بھی تو معتبر نہیں ہوگا۔(ہندیہ:۱/۱۹۵) اس کے برخلاف جنبی مرد یا عورت اگر پاکی حاصل نہ کرے تو اس کا روزہ ہوجائے گا، اگرچہ یہ مکروہ ہے اور ناپاکی کے سبب جن عبادات سے محرومی ہوگی اس کا الگ سے گناہ ہوگا۔

وہ اعذار جن کی وجہ سے روزہ توڑ دینا جائز ہے:

کچھ اعذار ایسے ہیں جن کے پیش آجانے سے روزہ رکھ لینے کے بعد بھی توڑ دینے کی شرعاً اجازت ہے، ہم ذیل میں ان اعذار کو لکھ رہے ہیں:

(الف) مریض کو خوف ہوجائے کہ روزہ نہ توڑا تو جان چلی جائے گی، یا کوئی عضو تلف ہوجائے گا، یا بیماری بڑھ جائے گی، تو ان حالتوں میں بالاتفاق اس کو روزہ توڑ دینے کی شرعاً اجازت ہے، خواہ یہ خوف کسی ماہر مسلمان ڈاکٹر کے خبر دینے سے ہوا ہو یا خود یہ اندیشہ غلبہ ظن کی وجہ سے پیدا ہوا ہو، صرف وہم کی وجہ سے ایسا کرنا جائز نہیں ہوگا۔(ہندیہ:۱/۲۰۷، ہدایہ وفتح القدیر:۲/۲۷۲)

اور روزہ توڑنے کی وجہ سے اس پر صرف قضا لازم ہوگی، کفارہ نہیں ہوگا۔(ایضاً)

(ب) حاملہ عورت یا دودھ پلانے والی عورت کو اپنی یا بچہ کی جان کا کوئی خطرہ ہوجائے تو ان دونوں کے لیے بھی روزہ توڑ دینے کی گنجائش ہے، بعد میں صرف قضاء لازم ہوگی، کفارہ نہیں ہوگا۔
(ہندیہ:۱/۲۰۷، ہدایہ والفتح:۲/۲۷۶)

(ج) جب شدید بھوک پیاس سے دوچار ہوجائے اور جان کا خطرہ پیدا ہوجائے تو اس کے لیے بھی روزہ توڑ دینا جائز ہے، بعد میں صرف قضاء کرے گا، کفارہ نہیں ہوگا۔
(ہندیہ:۱/۲۰۷، فتح القدیر:۲/۲۷۲)

(د) جس مجاہد کو اللہ کے راستہ میں جہاد کرنا ہو اور خیال ہو کہ روزہ رکھنے سے کمزوری آجائے گی اور اسلامی لشکر کو نقصان ہوجائے گا تو وہ بھی روزہ توڑ سکتا ہے، اس کو بعد میں صرف قضاء کرنی ہوگی، کفارہ نہیں ہوگا۔(شامی:۲/۱۲۵، فتح القدیر:۲/۲۷۲)

(ہ) جس کو جان کی دھمکی دے کر روزہ توڑنے پر مجبور کردیا جائے، اس کا بھی یہی حکم ہوگا۔(شامی:۲/۱۲۵)

یہ سب لوگ ان اعذار کی وجہ سے روزہ توڑ دیں تو جیسا کہ بیان کیا گیا ان پر صرف قضاء لازم ہوگی، کفارہ لازم نہیں ہوگا، اسی طرح ان اعذار کی بنیاد پر ان کے لیے یہ بھی جائز ہوگا کہ روزہ ابتداء ہی سے نہ رکھیں، اس حکم میں ان کے ساتھ دو اور چیزیں بھی شامل ہیں:

۱-سفر خواہ جائز ہو یا ناجائز، بے مشقت ہو جیسے ٹرین اور ہوائی جہاز کا، یا مشقت سے ہو جیسے پیدل، اگر شرعی سفر ہے یعنی تقریباً بیاسی کلو میٹر یا اس سے زیادہ کا ہے، تو اس کے لیے ہر حال میں روزہ نہ رکھنا جائز ہے (توڑنا جائز نہیں ہے) مگر بے مشقت سفر میں مستحب یہی ہے کہ روزہ رکھ لے۔

یہ یاد رکھنا چاہیے کہ جس دن سفر شروع کیا ہو اس دن روزہ نہ رکھنا درست نہیں ہے اور اگر روزہ رکھ لیا تو اس کے لیے اس کو توڑنا جائز نہیں ہے، پھر بھی اگر سفر شروع کرنے کے بعد توڑ دے تو کفارہ نہیں ہوگا اور اگر رکھنے کے بعد سفر شروع کرنے سے پہلے توڑ دیا تو کفارہ لازم ہوجائے گا۔(ہندیہ:۱/۲۰۶-۲۰۷، شامی:۲/۱۲۶)

۲-ایسی کمزوری جس کی وجہ سے روزہ نہ رکھ سکتا ہو، خواہ یہ

کمزوری بڑھاپے کی وجہ سے ہو یا کسی بیماری کی وجہ سے اور خواہ بعد میں قوت آنے کی امید ہو یا نہ ہو، البتہ اگر بڑھاپے یا بیماری کے سبب ضعف ہو اور بعد میں صحت کی امید نہ ہو، وہ اسی وقت یا بعد میں ہر روزہ کے بدلہ میں صدقہ فطر کی مقدار میں یعنی ایک کلو ۶ سو ۳۳ گرام گیہوں یا ۳ کلو ۲ سو ۶۶ گرام جو یا کھجور یا ان کی قیمت کسی محتاج کو فدیہ کے طور پر دے دے گا اور جس کو بعد میں صحت مند ہو جانے کی امید ہو وہ فدیہ نہیں دے گا، بعد میں قضاء کرے گا۔ (شامی: ۲/ ۱۳۰)

وہ امور جن سے روزہ نہیں ٹوٹتا:

کچھ امور ایسے ہیں جن کے بارے میں بعض لوگوں کو لگتا ہے کہ روزہ ٹوٹ گیا ہوگا، لیکن درحقیقت ان سے روزہ نہیں ٹوٹتا، ذیل میں ان امور کو ہم نمبروار درج کر رہے ہیں:

۱- بھولے سے کھا پی لینا یا جماع کر لینا، اس لیے کہ حدیث شریف میں صراحت ہے کہ بھولے سے کھا پی لینے سے روزہ نہیں ٹوٹتا، چنانچہ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: روزہ کی حالت میں جو بھول گیا اور اس نے کھا لیا یا پی لیا تو وہ اپنا روزہ پورا کرے۔ (بخاری و مسلم)

فقہائے احناف نے بھول کر جماع کرنے کو بھی اسی میں قیاساً شامل کیا ہے۔ (ہندیہ: ۱/ ۲۰۲، شامی: ۲/ ۱۰۵)

۲- روزہ کی حالت میں کسی کو احتلام ہو جائے تو اس سے بھی روزہ نہیں ٹوٹتا۔ (شامی: ۲/ ۱۰۶)

۳- روزہ کی حالت میں آنکھ میں سرمہ لگانا یا دوا ڈالنا بھی جائز ہے، اس سے روزہ پر کوئی اثر نہیں ہوتا، خواہ حلق میں سرمہ یا دوا کی کڑواہٹ ہی کیوں نہ محسوس ہو۔ (ہندیہ: ۱/ ۲۰۳)

چنانچہ حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور دریافت کیا، میری آنکھ دکھ رہی ہے تو کیا میں روزہ کی حالت میں سرمہ لگا سکتا ہوں؟ آپ ﷺ نے جواب دیا: ہاں! (لگا سکتے ہو) (ترمذی و أشار الی ضعفہ)

۴- روزہ کی حالت میں سر یا بدن کے کسی بھی حصہ میں تیل وغیرہ لگانا بھی جائز ہے، اس سے روزہ پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔ (شامی: ۲/ ۱۰۶)

۵- روزہ کی حالت میں عطر یا پھول وغیرہ کی خوشبو سونگھنے میں کوئی حرج نہیں ہے، اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا، البتہ دھوئیں والی خوشبو سے بچنا ضروری ہے۔ (تاتارخانیہ: ۳/ ۲۸۲)

۶- کلی کرنے کے بعد منھ میں پانی کی جو تری رہ جاتی ہے، اس کو تھوک کے ساتھ نگلنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا، اسی طرح اگر آنسو یا چہرہ کے پسینے کے ایک دو قطرے حلق میں اتر جائیں تو اس سے بھی روزہ فاسد نہیں ہوتا، لیکن اگر آنسو یا پسینہ زیادہ مقدار میں تھا اور اس کا مزہ پورے منھ میں محسوس ہو رہا تھا تو اس کے حلق کے نیچے اتار لینے سے روزہ فاسد ہو جائے گا۔ (ہندیہ: ۱/ ۲۰۳، شامی: ۲/ ۱۰۶)

۷- خود بخود قے ہو جانے سے بھی روزہ نہیں ٹوٹتا، اگرچہ منھ بھر کے ہی کیوں نہ ہو، البتہ قصداً خود سے لوٹائی یا جان بوجھ کر قے کی اور وہ منھ بھر تھی تو اس سے روزہ ٹوٹ جائے گا۔

(ہندیہ: ۱/ ۲۰۳-۲۰۴، شامی: ۲/ ۱۲۰-۱۲۱)

اس لیے کہ حضرت ابو ہریرہؓ آنحضرت ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: جس کو خود سے قے ہو جائے بحالیکہ وہ روزہ سے ہو تو اس پر قضاء نہیں ہے اور جو جان بوجھ کر خود سے قے کرے تو وہ قضاء کرے۔ (ترمذی، ابوداؤد)

۸- اگر ناک کو سڑک لیا اور وہ حلق میں چلی گئی یا رال کو ٹپکنے سے پہلے اندر کر لیا اور نگل لیا تو اس سے بھی روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

(ہندیہ: ۱/ ۲۰۳)

۹- روزہ کی حالت میں اگر بلا اختیار گرد و غبار یا مکھی حلق میں داخل ہو جائے یا دھواں بلا اختیار منھ میں چلا جائے تو اس سے روزہ فاسد نہیں ہوگا، لیکن اگر جان بوجھ کر دھواں منھ میں داخل کیا جائے، مثلاً: اگر بتی یا لوبان کا دھواں جان بوجھ کر ناک میں چڑھایا یا بیڑی

سگریٹ پی تو روزہ چلا جائے گا۔(شامی:۲/۱۰۶)

۱۰-اگر کوئی حالت جنابت میں ہو، خواہ احتلام کے سبب یا جماع کے سبب اور غسل سحری کا وقت نکل جانے کے بعد کرے، تو اس سے روزے میں کوئی خرابی نہیں آتی ہے، یہاں تک کہ دن بھر اسی حالت میں رہے تب بھی روزہ ہو جاتا ہے، یہ الگ بات ہے کہ بلا وجہ حالت جنابت میں رہنا مکروہ ہوگا۔(شامی:۲/۱۱۰)

اس کی اجازت کے سلسلہ میں دلیل حضرت عائشہؓ کی روایت ہے، فرماتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ کو رمضان میں فجر کا وقت آلیتا تھا، بحالیکہ آپ احتلام کے بغیر جنابت سے ہوتے تھے (یعنی جماع کی وجہ سے) تو آپ (فجر کا وقت آجانے کے بعد) غسل کرتے تھے اور روزہ رہتے تھے۔(بخاری ومسلم)

۱۱-اگر روزہ کی حالت میں انجکشن یا ٹیکہ لگوایا، خواہ رگ میں یا بدن کے کسی بھی حصہ میں، بشرطیکہ وہ براہ راست دماغ یا معدہ کو نہ پہنچ رہا ہو، یا روزہ کی حالت میں ڈرپ لگوائی تو اس سے روزہ علماء محققین کے نزدیک نہیں ٹوٹتا، لیکن بلا عذر لگوانا مکروہ ہے، اس مسئلہ میں کچھ علماء کا اختلاف ہے، لہٰذا اچھا یہ رہے گا کہ افطار کے بعد لگوائے۔(بدائع:۲/۲۴۳، تاتارخانیہ:۳۷۹)

۱۲-روزہ کی حالت میں ڈائلیسس کرانے سے بھی روزہ نہیں ٹوٹتا، اس لیے کہ یہ عمل خون کی صفائی کے لیے کروایا جاتا ہے، اس سے معدہ یا دماغ میں راست طور پر کوئی چیز نہیں پہنچتی۔(ایضاً)

۱۳-روزے کی حالت میں خون ٹیسٹ کروانے سے بھی روزہ فاسد نہیں ہوگا، اس لیے کہ روزہ کی حالت میں پچھنہ لگوانے کی اجازت ہے اور دونوں میں قدر مشترک یہ ہے کہ کوئی چیز اندر نہیں جاتی، صرف خون نکالا جاتا ہے، یہی حکم خون لینے اور دینے کا بھی ہوگا، اس سے روزہ نہیں ٹوٹے گا، لیکن اتنی مقدار میں خون نکلوا دینا مکروہ ہوگا جس سے کمزوری پیدا ہو جائے۔(ہندیہ:۱/۱۹۹-۲۰۰)

حجامت کے سلسلہ میں حدیث شریف میں حضرت ابن عباسؓ کی روایت میں آیا ہے کہ آپ نے روزے کی حالت میں حجامہ کروایا (پچھنہ لگوایا)(بخاری ومسلم)

۱۴-دل کے مرض میں جو گولی زبان کے نیچے رکھی اور وہ وہیں جذب ہو کر تحلیل ہو جاتی ہے، اگر یہ دوا زبان کے نیچے رکھ کر اس کا پورا اہتمام کرے کہ دوا کے اجزاء حلق کے نیچے نہ اترنے پائیں تو روزہ نہیں ٹوٹے گا، لیکن اگر دوا کے اجزاء لعاب کے ساتھ مل کر حلق کے نیچے اتر گئے تو قضاء کرنی ہوگی۔(ہندیہ:۱/۲۰۳)

۱۵-دانت سے خون نکلا، لیکن اس نے حلق کے اندر نہیں جانے دیا تو اس سے روزہ فاسد نہیں ہوگا۔(شامی:۲/۱۰۷)

۱۶-اگر دانت میں کوئی غذا پھنسی ہوئی تھی اور چنے کی مقدار سے کم تھی تو اگر اس کو حلق کے نیچے اتار لیا تو روزہ نہیں ٹوٹے گا، لیکن اگر وہ چنے کی مقدار کے بقدر یا اس سے زیادہ ہو تو روزہ ٹوٹ جائے گا اور اگر اس کو منہ سے نکال کر دوبارہ منہ میں ڈال کر نگل لیا تو خواہ وہ چنے سے چھوٹی چیز ہی کیوں نہ ہو اس سے روزہ ٹوٹ جائے گا۔
(ہندیہ:۱/۲۰۲)

۱۷-روزہ کی حالت میں غسل کرنا یا رومال پانی سے بھگو کر سر پر رکھنا بلا کراہت جائز ہے۔(شامی:۲/۱۲۴)

۱۸-روزہ کی حالت میں خشک یا تر مسواک کرنا بلا کراہت جائز ہے، خواہ دن کے کسی بھی حصہ میں کرے اور خواہ مسواک نیم کی ہو اور اس کی کڑواہٹ حلق میں محسوس ہو۔
(بدائع:۲۲/۲۶۸، شامی:۲/۱۲۴)

چنانچہ حضرت عامر بن ربیعہؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں نے بے شمار مرتبہ آنحضرت ﷺ کو روزہ کی حالت میں مسواک کرتے دیکھا۔(ترمذی)

۱۹-اگر روزہ دار کے کان میں پانی چلا جائے تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹے گا، لیکن کان میں تیل دوا ڈالنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔(شامی:۲/۱۱۱)

۲۰-روزہ کی حالت میں اگر بدنظری یا غلط تصورات کی وجہ سے مذی نکل جائے یا انزال ہو جائے (صرف تصور سے کچھ عمل کے بغیر) تو روزہ فاسد نہیں ہوگا، لیکن اس طرح کے خیالات وہ بھی روزے کی حالت میں گناہ کا کام ہے۔

(تاتارخانیہ:۳/۳۸۶-۳۸۷)

وہ چیزیں جن سے روزہ مکروہ ہوجاتا ہے:

کچھ امور ایسے ہیں جن سے روزہ ٹوٹتا نہیں ہے، لیکن روزے کی برکات جاتی رہتی ہیں، لہٰذا روزہ دار نے جب اتنی مشقت برداشت کی اور دن بھر بھر کا پیاسا رہا تو اس کو ان چیزوں سے بھی پرہیز کرنا چاہیے، تاکہ روزے کی برکات اور فوائد مکمل طور سے اس کو مل سکیں، ذیل میں ان امور کو ہم نمبروار لکھ رہے ہیں:

۱-روزہ کی حالت میں گناہ کا کوئی بھی کام روزہ کو مکروہ بنا دیتا ہے، خواہ وہ کوئی عملی گناہ ہو یا قولی گناہ ہو جیسے غیبت کرنا، جھوٹ بولنا وغیرہ، بہت سے لوگ روزہ کاٹنے کے لیے موبائل اور ٹی وی پر بے ہودہ پروگرام دیکھتے ہیں، اس کا شمار بھی اسی طرح کے امور میں ہے، چنانچہ بخاری شریف میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ جو جھوٹ بولنا اور اس پر عمل کرنا نہ چھوڑے، تو اللہ کو کوئی حاجت نہیں ہے کہ وہ اپنا کھانا پینا چھوڑ دے۔

۲-بلا عذر کسی چیز کو چکھنا اور چبانا بھی روزہ دار کے لیے مکروہ ہے، لیکن اگر کسی عذر کی وجہ سے چکھا یا چبایا، مثلاً: بچہ چھوٹا ہے اور جب تک چبا کر نہ دیا جائے وہ نہیں کھا سکتا، یا شوہر بہت بدمزاج ہے، نمک کم زیادہ ہونے پر اس کے بگڑنے کا خطرہ ہے تو زبان پر رکھ کر چکھنے کی اجازت ہوگی، لیکن خیال رہے کہ اگر حلق کے نیچے کوئی چیز اتر گئی تو تمام صورتوں میں روزہ چلا جائے گا۔ (شامی:۲/۱۲۲)

۳-روزہ کی حالت میں کسی منجن، کوئلہ یا ٹوتھ پیسٹ کا دانتوں پر ملنا مکروہ ہے، البتہ مسواک کسی وقت بھی کی جاسکتی ہے، بلکہ جیسا کہ گذرا مسواک کرنا مسنون ہے۔ (ہندیہ:۱/۱۹۹، شامی:۲/۱۲۲)

۴-بلا عذر کسی چیز کو چکھنا یا چبانا: یہ خیال رہے کہ کراہت اس وقت ہے جب بلا عذر ہو، کسی عذر سے ہو تو اوپر گذر چکا ہے کہ کراہت نہیں ہوگی، مثلاً: بچہ چھوٹا ہو اور اس کو جب تک چبا کر نہ دیا جائے وہ کھا نہ سکتا ہو، یا شوہر ظالم ہو اور اس کے ڈر سے سالن کا مزہ چکھا جائے اور یہ سب اس وقت ہے جب کہ حلق کے نیچے نہ جائے، ورنہ حلق کے نیچے اتر جائے تو ہر صورت میں روزہ فاسد ہو جائے گا۔ (ایضاً)

۵-منھ میں تھوک جمع کر کے نگلنا بھی مکروہ ہے، اگرچہ اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا، لہٰذا روزے کی حالت میں اس سے بچنے کی کوشش کرنا چاہیے۔ (ہندیہ:۱/۱۹۹)

۶-بیوی کا بوسہ لینا، چھونا اور دل لگی کرنا، اگر انزال ہو جانے کا یا جماع کا سبب بن سکتا ہو تو مکروہ ہوگا، ورنہ بلا کراہت جائز ہوگا۔ (شامی:۲/۱۲۲-۱۲۳)

چنانچہ بخاری اور مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے فرماتی ہیں؛ نبی کریم ﷺ روزہ کی حالت میں بوسہ لیتے تھے اور ساتھ لیٹتے تھے اور آپ کو اپنی شہوت پر تم لوگوں کے مقابلہ میں سب سے زیادہ قدرت حاصل تھی، ابوداؤد میں حضرت ابو ہریرہؓ سے ایک دوسری حدیث مروی ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت ﷺ سے روزہ دار کے لیے بیوی کے ساتھ لیٹنے کے بارے میں پوچھا تو آپ نے اس کو اجازت دے دی اور ایک دوسرے شخص نے پوچھا تو آپ نے اس کو منع کر دیا، پھر دیکھا گیا تو جس کو اجازت دی تھی وہ معمر تھے اور جس کو منع کیا تھا وہ جوان تھے۔

۷-ایسے تھکا دینے والے اعمال کرنا جس میں اندیشہ ہو کہ کہیں روزہ توڑنے کا سبب نہ بن جائیں، ناجائز اور مکروہ ہیں۔

(شامی:۲/۱۲۵)

۸-روزہ دار کے لیے کلی کرنے اور ناک میں پانی لینے میں مبالغہ کرنا بھی مکروہ ہے۔ (ہندیہ:۱/۱۹۹) چنانچہ ترمذی میں حدیث ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ناک میں پانی لینے میں مبالغہ کرو،

الا یہ کہ روزہ سے ہو۔ (تو مبالغہ نہ کرو)

روزے کو توڑ دینے والی چیزیں:

روزے کو فاسد کر دینے والی چیزیں دو طرح کی ہیں، بعض سے قضاء اور کفارہ دونوں لازم ہوتے ہیں اور بعض سے صرف قضاء لازم ہوتی ہے، پہلے ہم چند ایسے مسائل بیان کر رہے ہیں جن سے صرف قضاء لازم ہوتی ہے۔ یہ چند مسائل بطور مثال ہیں اور بھی اس طرح کے مسائل ہو سکتے ہیں:

جن سے صرف قضاء لازم ہوتی ہے:

۱-اگر کوئی شخص روزہ کی حالت میں اگر بتی یا کسی اور چیز کا دھواں یا بھاپ ناک یا منھ میں داخل کرے تو روزہ فاسد ہو جائے گا اور صرف قضاء لازم ہوگی۔ لہٰذا اگر مشین کے ذریعہ نمونیہ اور ٹھنڈ کا علاج اس طرح کیا جائے کہ بھاپ ناک یا منہ کے ذریعہ اندر کی جائے، خواہ پانی میں دوا ہو یا نہ ہو، یا پانی گرم کر کے اس کو اندر کھینچا جائے تو روزہ فاسد ہو جائے گا اور قضاء لازم ہوگی۔

یہی حکم انہیلر کا بھی ہے جس کو ڈاکٹر دمہ کے مریضوں کے لیے تجویز کرتے ہیں، لہٰذا ضرورت پڑنے پر اس کو مریض استعمال کر سکتا ہے، لیکن اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا اور قضاء لازم ہوگی، فقہ اکیڈمی نے اپنی تجاویز میں اسی طرح فیصلہ کیا ہے۔ (شامی:۲/۱۰۶، نئے مسائل اور فقہ اکیڈمی کے فیصلے:۸۶)

۲-اگر جان بوجھ کر منھ بھر قے کی یا خود سے منھ بھر قے ہوئی تھی، جان بوجھ کر اس کا اعادہ کر لیا تو روزہ ٹوٹ جائے گا، ان دونوں صورتوں کے علاوہ قے کی کسی اور صورت سے روزہ نہیں ٹوٹتا، جیسا کہ حدیث کے حوالہ کے ساتھ ہم پیچھے بیان کر چکے ہیں۔

(شامی:۲/۱۲۰-۱۲۱، ہندیہ:۱/۲۰۳-۲۰۴)

۳-اگر کلی کرتے وقت بلا اختیار پانی حلق کے اندر چلا جائے تو روزہ ٹوٹ جائے گا، لیکن ظاہر ہے کہ یہ اسی وقت ہے جب اسے روزہ یاد ہو، لیکن غلطی سے پانی اتر جائے، ورنہ اگر یہ یاد ہی نہ ہو کہ وہ روزے سے ہے تو اس کا حکم پیچھے گذر چکا ہے کہ کھانے پینے سے روزہ نہیں ٹوٹتا تو پانی اتر جانے سے بھی نہیں ٹوٹے گا۔ (ہندیہ:۲۰۲)

۴-اگر روزہ یاد تھا لیکن غلطی سے کوئی چیز حلق کے نیچے اتر گئی تو روزہ ٹوٹ جائے گا، لیکن صرف قضاء واجب ہوگی، کفارہ واجب نہیں ہوگا، بھولے سے کھانے پینے اور غلطی سے حلق سے اتر جانے کے درمیان فرق یہ ہے کہ بھولے سے کھاتا پیتا ہے تو غذا قصداً لیتا ہے لیکن روزہ یاد نہیں رہتا، جب کہ غلطی سے لینا یہ ہے کہ اسے روزہ تو یاد ہوتا ہے لیکن غذا اس کے ارادہ کے بغیر حلق سے اتر جاتی ہے، اگر کوئی جان کی دھمکی دے کر روزہ فاسد کرا دے تب بھی یہی حکم ہوگا، یعنی صرف قضاء لازم ہوگی۔ (ایضاً وشامی:۲/۱۱۰)

۵-کوئی ایسی چیز کھالی جس کو دوا یا غذا کے طور پر نہیں کھایا جاتا، جیسے کنکر پتھر یا کوئی ایسی چیز کھائی جس سے انسانی طبیعت کو گھن محسوس ہوتی ہے، تو روزہ ٹوٹ جائے گا اور قضاء لازم ہوگی، لیکن کفارہ لازم نہیں ہوگا۔ (شامی:۲/۱۱۲، ہندیہ:۱/۲۰۲)

۶-اگر روزے کی نیت ہی نہیں کی اور کھاتا پیتا رہا، تو بلا عذر ایسا کیا ہے تو بڑے گناہ کا کام ہے، لیکن اس صورت میں بھی صرف قضاء لازم ہوگی، کفارہ لازم نہیں ہوگا۔ (شامی:۲/۱۱۲)

۷-اگر روزے دار کی نکسیر پھوٹ گئی اور خون ناک سے حلق میں چلا گیا، یا مسوڑھوں سے خون نکلا جو کہ تھوک پر غالب تھا یا تھوک کے برابر تھا اور پیک میں چلا گیا تو روزہ کی قضاء کرنی ہوگی۔

(شامی:۲/۱۰۷، ہندیہ:۱/۲۰۳)

۸-اگر بیوی سے بوس وکنار کی وجہ سے انزال ہو گیا، یا مشت زنی کر لی اور اس سے انزال ہو گیا (خیال رہے کہ مشت زنی کرنا ناجائز ہے، روزے کی حالت میں تو مزید گناہ کا کام ہے) تو روزہ ٹوٹ جائے گا، قضاء کرنی ہوگی لیکن کفارہ لازم نہیں ہوگا۔

(ہندیہ:۱/۲۰۴، شامی:۲/۱۰۹)

۹-روزے کی حالت میں حقہ بیڑی یا سگریٹ وغیرہ پینے

سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور صرف قضاء لازم ہوتی ہے، کفارہ لازم نہیں ہوتا۔ (شامی:۲/۱۰۶)

۱۰- کان یا ناک میں تیل یا کوئی دوا ڈالنے سے بھی روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور صرف قضاء لازم ہوتی ہے، کفارہ نہیں ہوتا، قدیم فقہاء اس پر متفق ہیں، اس لیے ایسا کرنے پر احتیاط اسی میں ہے کہ قضاء کرلی جائے، اگرچہ کان کے سلسلہ میں جو تحقیقات ہوئی ہیں، ان کو دیکھ کر ایسا لگتا ہے کہ کان میں کچھ ڈالنے سے روزہ نہ ٹوٹنا چاہیے، اس لیے کہ جدید تحقیق کے مطابق کان اور دماغ کے درمیان کوئی منفذ نہیں ہے اور فقہاء کا فتویٰ اسی پر مبنی تھا کہ تیل یا دوا دماغ تک پہنچ جاتی ہے۔ (ہندیہ:۱/۲۰۴، شامی:۲/۱۰۷)

۱۱- پیچھے گذر چکا ہے کہ سخت بیمار ہوجانے کی وجہ سے اگر روزہ توڑ دیا تو صرف قضاء ہوگی، اسی طرح سفر میں روزہ رکھ کر توڑنا نہیں چاہیے، پھر بھی اگر رکھ کر توڑ دیا تو صرف قضاء لازم ہوگی، کفارہ دونوں صورتوں میں نہیں ہوگا۔ (ہندیہ:۱/۲۰۶، شامی:۲/۱۲۶)

۱۲- اگر کسی نے قصداً روزہ توڑ دیا، پھر اسی دن ایسا بیمار ہوگیا کہ اس کے لیے اس بیماری کے ساتھ روزہ رکھنا ممکن نہیں تھا، یا کسی عورت نے روزہ توڑ دیا، پھر اسی دن حیض آگیا، تو ان دونوں کو صرف قضا کرنی ہوگی، کفارہ ساقط ہوجائے گا۔ (ہندیہ:۱/۲۰۶)

۱۳- پیٹ کی صفائی کے لیے اگر پچھلی شرمگاہ سے انیما (حقنہ) لیا جائے تو روزہ ٹوٹ جائے گا اور صرف قضاء لازم ہوگی۔

(شامی:۲/۱۱۱)

۱۴- امراض معدہ کی تحقیق کے لیے پیچھے کے راستہ سے محض آلہ داخل کرنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا، البتہ اگر اس آلہ میں کوئی دوا یا تر چیز لگائی گئی ہو تو روزہ ٹوٹ جائے گا اور صرف قضاء لازم ہوگی۔

(حوالہ بالا نیز نئے مسائل:۸۷)

۱۵- اگر کسی مرض کی تشخیص کے لیے لیڈی ڈاکٹر کسی عورت کی شرمگاہ میں ہاتھ ڈالے تو اگر ہاتھ خشک ہو تو روزہ نہیں ٹوٹے گا اور اگر تر ہاتھ ڈالا یا کوئی دوا لگا کر ہاتھ ڈالا تو روزہ ٹوٹ جائے گا، اسی طرح اگر مرض کی تحقیق کے لیے رحم تک آلات پہنچائے گئے اور ان پر دوا یا کوئی چیز لگی ہوئی تھی تو روزہ ٹوٹ جائے گا اور اگر خشک آلات ڈالے گئے تو روزہ ٹوٹ جائے گا، اسی طرح رحم پر کوئی دوا رکھی گئی تب بھی روزہ ٹوٹ جائے گا، لیکن اگر شرمگاہ کے باہری حصہ پر کوئی دوا لگائی گئی تو روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ (شامی:۲/۱۰۷-۱۰۸، ہندیہ:۱/۲۰۴، نیز دیکھئے نئے مسائل اور فقہ اکیڈمی کے فیصلے:۸۷)

۱۶- اگر مرد کسی عورت کے ساتھ زبردستی جماع کرے تو مرد پر قضاء اور کفارہ دونوں لازم ہیں، لیکن عورت پر صرف قضاء لازم ہوگی۔ (ہندیہ:۱/۲۰۵)

۱۷- جب بھولے سے کھایا پیا، یا منھ بھر قے آگئی یا احتلام ہوگیا اور اس کو مسئلہ معلوم نہیں تھا، اس لیے سمجھا کہ روزہ ٹوٹ گیا ہے، لہٰذا اس نے کھانا پینا شروع کردیا، تو اس پر صرف قضاء ہوگی، کفارہ نہیں ہوگا۔ (شامی:۲/۱۱۱، ہندیہ:۱/۲۰۶)

جن سے قضاء اور کفارہ دونوں لازم ہوجاتے ہیں:

۱- روزہ یاد ہونے کی حالت میں اگر کوئی عاقل بالغ شخص رمضان کے روزہ میں جان بوجھ کر پسندیدہ غذا یا دوا کھالے یا جماع کرلے تو اس پر قضاء اور کفارہ دونوں لازم ہوں گے، اس جماع سے خواہ انزال ہوا ہو یا نہ ہوا ہو۔ (شامی:۲/۱۱۷، ہندیہ:۱/۲۰۵)

۲- اگر غیبت کی یا پچھنہ لگوایا یا تیل لگایا یا سرمہ لگایا اور سمجھا کہ روزہ ٹوٹ گیا ہوگا اور کھانا پینا شروع کردیا تو قضاء اور کفارہ دونوں لازم ہوں گے، اس لیے کہ روزہ ٹوٹ جانے کا یہ خیال صحیح جگہ پر نہیں ہے، البتہ اگر کسی مفتی نے فتویٰ دیا کہ تمہارا روزہ ٹوٹ گیا ہے، یا کسی حدیث سے اس کو روزہ ٹوٹنے کا اشتباہ ہوگیا تو کفارہ لازم نہیں ہوگا۔ (شامی:۲/۱۱۸-۱۱۹، ہندیہ:۱/۲۰۶)

خیال رہے کہ کفارہ صرف رمضان کا روزہ فاسد کرنے سے لازم آتا ہے، کسی اور روزے کے توڑنے سے لازم نہیں ہوتا۔

اعتکاف
چند ضرور مسائل

اعتکاف کے لفظی معنی: لبث یعنی ٹھہرنے اور کسی چیز کو لازم پکڑنے کے ہیں اور چونکہ اعتکاف کرنے والا اللہ تبارک وتعالی کے تقرب کی نیت سے مسجد میں ٹھہر جاتا ہے، اور مسجد کا لزوم اختیار کرتا ہے لہٰذا اس عمل کو اعتکاف کہا جاتا ہے۔

اعتکاف کی قسمیں: اعتکاف کی شریعت میں تین قسمیں ہیں: اعتکاف واجب، اعتکاف سنت مؤکدہ اور اعتکاف نفل

اعتکاف واجب: یہ اعتکاف نذر کرنے سے واجب ہوتا ہے، مثلاً کوئی شخص کہے کہ میرے اوپر اتنے دن کا اعتکاف ہے، اس طرح کہہ دینے سے اتنے دنوں کا اعتکاف واجب ہو جائے گا، یا معلق کر کے اس طرح کہے کہ میں مقدمہ جیت گیا، یا بیماری سے شفایاب ہو گیا تو اتنے دن کا اعتکاف کروں گا تو اگر اللہ کے فضل سے وہ کام ہو جائے تو متعینہ دنوں کا اعتکاف واجب ہوگا۔ (شامی:۲/۱۴۱)

اس اعتکاف کے لیے روزہ شرط ہے، خواہ نذر کرتے وقت روزہ رکھنے کی نیت نہ کی ہو اس لیے کہ ابوداؤد میں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ "ولا اعتکاف الا بصوم" (روزہ کے بغیر اعتکاف نہیں ہوسکتا)، یہی وجہ ہے کہ اگر صرف رات کے اعتکاف کی نیت کرے تو صحیح نہیں ہوگا۔ (شامی ۲/ ۱۴۱) اس کے وجوب کی دلیل بخاری میں آنے والی آنحضرت ﷺ کی حدیث ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے کی نذر مانے اسے اطاعت کرنا چاہئے"، اور بخاری ہی میں ایک دوسری روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے عرض کیا: "اے اللہ کے رسول! میں نے نذر مانی ہے کہ مسجد میں ایک رات اعتکاف کروں" تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا: "اپنی نذر پوری کرو"۔

نفلی اعتکاف: جہاں تک نفلی اعتکاف کا تعلق ہے تو اس کے لیے روزہ شرط نہیں ہے، اور یہ کم وقت کے لیے بھی کیا جا سکتا ہے، اور زیادہ وقت کے لیے بھی اور اس طرح بھی نیت کی جا سکتی ہے کہ مسجد میں رہنے تک اعتکاف کی نیت کرتا ہوں پھر مسجد سے نکلتے ہی اعتکاف ختم ہو جائے گا اور جب تک مسجد میں رہے گا اعتکاف کا ثواب ملتا رہے گا اگر نیت زیادہ وقت اعتکاف نفل کی کی تھی اور اس وقت کے پورا ہونے سے پہلے نکلنا چاہتا ہے تو کوئی حرج نہیں ہے۔
(شامی:۲/۱۴۲، ہندیہ:۱/۲۱۱)

اعتکاف سنت مؤکدہ: یہ اعتکاف آنحضرت ﷺ پابندی سے ہر سال رمضان کے آخری عشرہ میں کیا کرتے تھے، جس سال آپ ﷺ کی وفات ہوئی اس سال آپ ﷺ نے ۲۰ دن کا اعتکاف کیا تھا چنانچہ بخاری میں حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے: ہر سال آنحضرت ﷺ دس دن کا اعتکاف کیا کرتے تھے اور جس سال آپ کا وصال ہوا اس سال آپ نے بیس دن کا اعتکاف کیا)۔

رمضان کے اخیر عشرہ میں مردوں پر یہ اعتکاف ایسی مسجد میں کرنا سنت مؤکدہ علی الکفایہ ہے جس کے امام اور مؤذن ہوں خواہ اس میں پانچوں وقت کی نماز نہ ہوتی ہو۔ (شامی:۲/۱۴۰)

سنت علی الکفایہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اگر بستی کے کسی ایک شخص نے بھی اعتکاف کر لیا تو پوری بستی والوں کی طرف سے کافی سمجھا جائے گا اور سنت کی ادائیگی ہو جائے گی اور کسی نے بھی نہ کیا تو سب تارک سنت ہوں گے۔ (شامی:۲/۱۴۱)

اعتکاف کی شرطیں: واجب اور مسنون اعتکاف اسی وقت صحیح ہوگا جب مندرجہ ذیل شرطیں پوری ہو رہی ہوں:

۱- اعتکاف کی نیت ہونا بغیر نیت کے ٹھہرنے کو اعتکاف نہیں مانا جائے گا۔

۲- اعتکاف کا مسجد جماعت میں ہونا ویران مسجد میں اعتکاف معتبر نہیں ہوگا، البتہ عورت گھر میں اعتکاف کر سکتی ہے۔

۳- معتکف کا روزہ دار ہونا بغیر روزہ رکھے واجب اور مسنون اعتکاف معتبر نہیں ہوگا۔

۴- معتکف کا جنابت اور حیض ونفاس سے پاک ہونا۔

۵- معتکف کا عاقل ہونا لہٰذا پاگل کا اعتکاف معتبر نہیں ہوگا البتہ اس کی شرائط میں بلوغ نہیں ہے لہٰذا اگر سمجھدار بچہ اعتکاف

کرے تو معتبر ہوگا۔ (ہندیہ:۱/۲۱۱)

مسجد سے باہر نکلنا کب جائز ہے؟

آنحضرت ﷺ حالت اعتکاف میں صرف بہت ضروری امور کے لیے مسجد سے باہر نکلا کرتے تھے، چنانچہ بخاری و مسلم کی ایک روایت میں حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: "وکان لا یدخل البیت الا لحاجة الانسان" (آنحضرت ﷺ صرف انسانی ضروریات استنجاء وغیرہ کے لیے گھر میں داخل ہوتے تھے)

ابوداؤد کی ایک روایت میں حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں:

"معتکف کے لیے سنت یہ ہے کہ نہ کسی مریض کی عیادت کرے نہ جنازہ میں جائے، نہ بیوی کو شہوت سے چھوئے نہ اس سے جماع کرے اور صرف ایسی ضروریات ہی کے لیے نکلے جن کے بغیر چارہ کار نہیں ہے"۔

فقہاء نے ان احادیث کی روشنی میں مندرجہ ذیل ضروریات اور اعذار کی بنیاد پر مسجد سے نکلنے کو جائز قرار دیا ہے اگر اس طرح کی ضرورت کے بغیر مسجد سے باہر نکلے گا تو اعتکاف فاسد ہوجائے گا:

استنجاء کے لیے نکلنا: چھوٹے اور بڑے استنجاء کے لیے مسجد سے باہر نکلنا جائز ہے اس ضرورت کو گھر جاکر بھی پورا کرسکتا ہے، آتے جاتے سلام بھی کرسکتا ہے لیکن اگر ٹھہر کر بات کی تو اعتکاف فاسد ہوجائے گا۔ (ہندیہ:۱/۲۱۲، شامی:۲/۱۴۳)

کھانے کے لیے نکلنا: اگر کوئی کھانا لانے والا نہ ہو تو خود جاکر کھانا لاسکتا ہے اس لیے کہ لانے والا موجود نہ ہو تو یہ بھی حوائج ضروریہ میں داخل ہے۔ (طحطاوی علی المراقی:۳۸۴)

غسل واجب کے لیے نکلنا: اگر احتلام ہوگیا ہو تو غسل کے لیے باہر نکلنا جائز ہے، لیکن جمعہ کے دن غسل کرنے کے لیے اسی طرح گرمی کے موسم میں ٹھنڈک حاصل کرنے کے مقصد سے غسل کرنے کے لیے نکلنے کو عام طور سے فقہاء کرام منع کرتے ہیں، لہٰذا اگر ان امور کے لیے غسل کرنا ہو تو مسجد کے کسی کنارے میں غسل کرلے جہاں پانی کی نکاسی ہوجاتی ہو اور غسل کے بعد اس پر پانی بہادے یا کسی ٹب وغیرہ میں غسل کرلے۔ (شامی:۲/۱۴۳)

حالت اضطرار میں نکلنا: اگر مسجد منہدم ہونے لگے یا وہاں جان کا خطرہ ہو تو اس مسجد سے نکل کر دوسری مسجد میں جاسکتا ہے اس سے اعتکاف فاسد نہیں ہوگا۔ (فتاوی ہندیہ:۱/۲۱۲)

جمعہ پڑھنے کے لیے جانا: اگر ایسی مسجد میں اعتکاف کیا جہاں جمعہ کی نماز نہیں ہوتی ہے تو جمعہ کی نماز پڑھنے کے لیے جمعہ مسجد جاسکتا ہے، لیکن ایسے وقت میں نکلنا چاہیے کہ جمعہ مسجد میں پہنچنے کے بعد پہلے کی سنتیں پڑھ سکے اور بعد میں سنتیں پڑھ کر واپس آجائے وہاں دیر تک ٹھہرنا خلاف اولی ہے، لیکن اس سے اعتکاف فاسد نہیں ہوگا۔ (شامی:۲/۱۴۴)

اگر مریض کی عیادت، جنازہ میں شرکت یا علاج ومعالجہ کی ضرورت کے لیے نکلے تو اعتکاف فاسد ہوجائے گا، البتہ اگر استنجاء کے لیے نکلتے وقت یا گھر سے کھانا لاتے وقت مریض کی عیادت کرلی یا جنازہ کی نماز ہورہی تھی اس میں شرکت کرلی اور دیر تک نہیں ٹھہرا بلکہ چلتے چلتے اس کو انجام دے لیا تو اعتکاف فاسد نہیں ہوگا۔

(البحر الرائق:۲/۳۰۲-ہندیہ:۱/۲۱۲)

علاج ومعالجہ کی ضرورت ہو تو معتکف کے لیے باہر نکلنا جائز ہے گناہ نہیں ہوگا لیکن اعتکاف فاسد ہوجائے گا۔(ہندیہ:۱/۱۲۱)

بیڑی وغیرہ کا عادی شخص استنجاء وغیرہ کے لیے باہر نکلتے وقت ضرورت پوری کرسکتا ہے، خاص اسی کے لیے باہر نہیں نکلنا چاہئے لیکن اگر ایسا عادی ہے کہ اضطراری کیفیت ہوجاتی ہے تو اس کے لیے نکلنا انسانی حاجت میں ہوجائے گا، اور اس کے لیے نکلنے سے اعتکاف فاسد نہیں ہوگا۔ (رحیمیہ:۵/۲۰۲)

جس طرح مرد کا اعتکاف مسجد سے نکلنے سے فاسد ہوجاتا ہے، اسی طرح عورت اگر اعتکاف کی مخصوص جگہ چھوڑ کر آنگن میں طبعی ضروریات کے بغیر نکل آئے تو اس کا اعتکاف بھی فاسد ہوجائے گا۔

(ہندیہ:۱/۲۱۲)

حالت اعتکاف میں اللہ جتنی توفیق دے عبادت میں مشغول رہے، جس میں تلاوت ذکر واذکار اور نوافل وغیرہ کا پڑھنا سب شامل ہے لوگوں سے بات چیت بھی کرسکتا ہے بلکہ عبادت سمجھ کر خاموش رہنا مکروہ ہے، لیکن فضول باتوں سے بچنا چاہئے ضروری باتیں موبائل پر بھی کرنا جائز ہے۔(شامی:۲/۱۴۷، ہندیہ:۱/۲۱۳)

جب چاند دیکھیں تو یہ دعا پڑھیں

"اَللّٰھُمَّ اَھِلَّہٗ عَلَیْنَا بِالْاَمْنِ وَ الْاِیْمَانِ وَ السَّلَامَۃِ وَ الْاِسْلَامِ،

رَبِّیْ وَ رَبُّکَ اللّٰہُ ہِلَالُ رُشْدٍ وَ خَیْرٍ"

افطار سے پہلے کی دعا

"یَا وَاسِعَ الْفَضْلِ اغْفِرْ لِیْ"

افطار کی دعا

"اَللّٰھُمَّ لَکَ صُمْتُ وَ عَلٰی رِزْقِکَ اَفْطَرْتُ" یا

"ذَھَبَ الظَّمَأُ وَ ابْتَلَّتِ الْعُرُوْقُ وَ ثَبَتَ الْاَجْرُ اِنْ شَاءَ اللّٰہُ"

جب کسی کے یہاں افطار کریں

"اَفْطَرَ عِنْدَکُمُ الصَّائِمُوْنَ وَ اَکَلَ طَعَامَکُمُ الْاَبْرَارُ وَ صَلَّتْ عَلَیْکُمُ الْمَلَائِکَۃُ"

تراویح میں ہر چار رکعت کے بعد یہ دعا پڑھیں

"سُبْحَانَ ذِي الْمُلْکِ وَ الْمَلَکُوْتِ، سُبْحَانَ ذِي الْعِزَّۃِ وَ الْعَظَمَۃِ وَ الْھَیْبَۃِ

وَ الْقُدْرَۃِ وَ الْکِبْرِیَاءِ وَ الْجَبَرُوْتِ، سُبْحَانَ ذِي الْحَيِّ الَّذِيْ لَا یَنَامُ وَ لَا یَمُوْتُ، سُبُّوْحٌ

قُدُّوْسٌ رَبُّنَا وَ رَبُّ الْمَلَائِکَۃِ وَ الرُّوْحِ، اَللّٰھُمَّ أَجِرْنَا مِنَ النَّارِ،

یَا مُجِیْرُ یَا مُجِیْرُ یَا مُجِیْرُ"

جب اعتکاف کی نیت سے مسجد میں داخل ہوں

"بِسْمِ اللّٰہِ دَخَلْتُ وَ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَ نَوَیْتُ سُنَّۃَ الْاِعْتِکَافِ"

شبِ قدر کی دعا

"اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّيْ"

R.N.I. No.
UPURD/2009/28748

Monthly
Payam-e-Arafat
Raebareli

Volume: 13 ⚜ April - May 2021 ⚜ Issue: 04-05

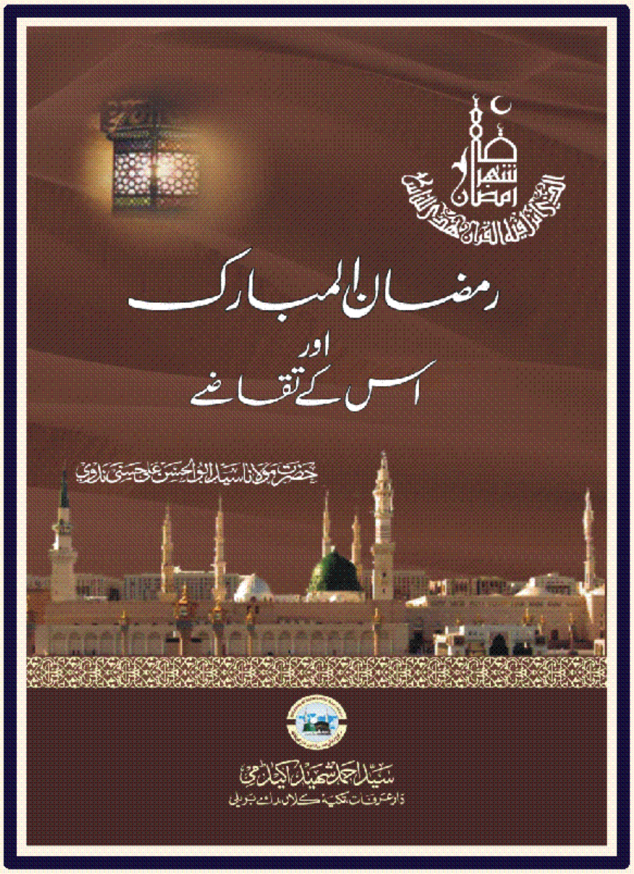

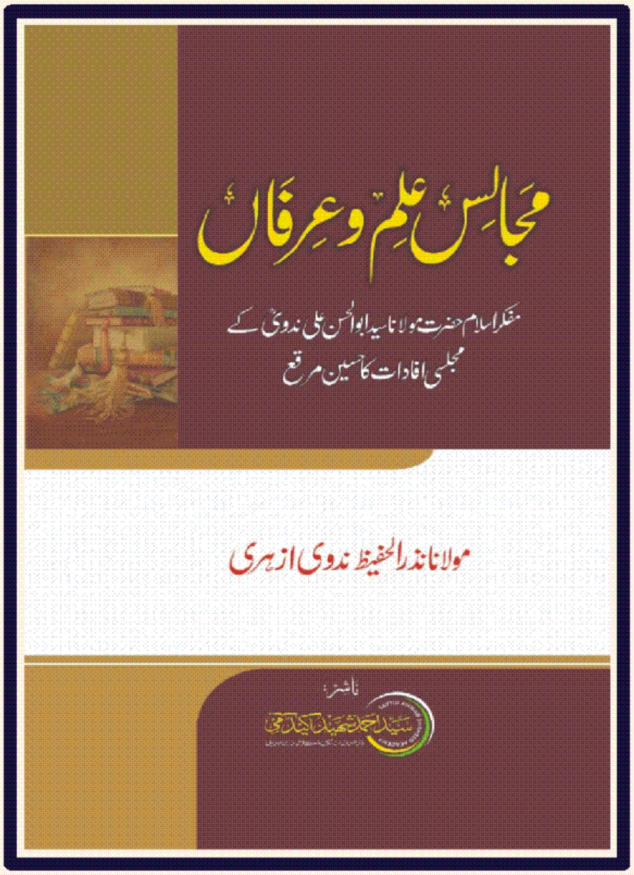

Editor: Bilal Abdul Hai Hasani Nadwi
MARKAZUL IMAM ABIL HASAN AL-NADWI
E-Mail: markazulimam@gmail.com - Dare Arafat, Takiya Kalan, Raebareli (U.P.) 229001 - Mobile: 9565271812
Printed & Published by: Mohammad Hasan Nadwi, On Behalf of Markazul Imam Abil Hasan Al-Nadwi.
Printed at S.A. Offset Printers, masjid ke Peeche, Phatak Abdullah Khan, Sabzi Mandi, Station Road, Raebareli (U.P.)